ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ

غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح

حسب الحکم مولینا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی

باہتمام منشی سراج الدین احمد رحمانی پرنٹر و پبلشر

مطبع رحمانیہ مونگیر میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الراشدین
المہدیین وعلی تابعیہم وتبعہم المجتہدین الی یوم الدین امابعد خاکسار خیر خواہ انام
محمد علی بن عبد العلی غفر اللہ لہ ولوالدیہ بھائی مسلمانون کی خدمت مین عرض کرتا ہے
کہ اس زمانہ مین بسبب قرب قیامت کے احیاء سنت نبوی کا نام ونشان اٹھگیا۔
اور اتباع سیرت صحابہ کا اثر تک باقی نرہا۔ علما کا یہ حال ہے کہ ضروریات دینی کو ترک
کرتے ہین رات دن بحث لایعنی پر مرتے ہین اور پھر اس پر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ سنت
کو جڑ سے نیست و نابود ہو جانا چاہتے ہین۔ جب خواص کی یہ حالت ہے تو عوام کی کیا
شکایت افسوس صد افسوس۔ ایک وہ لوگ تھے جنھون نے اشاعت سنت مین
کس قدر عرق ریزی کی اور جانفشانی اٹھائی اور ایک یہ ہین کہ اسکے مٹانے پر مستعد ہین
چنانچہ آجکل یہ امر ظہور مین آیا کہ نماز تراویح جسے بارہ سو برس سے تمام اہل سنت وجماعت
پڑھتے آتے ہین اور متواتر تھا اور برابر اس سنت کا رواج رہا اس زمانہ کے بعض علما نے
یہ چاہا کہ اس کو ترک کرنا چاہیے اگرچہ انھون نے اسکے ترک پر فتوی نہین دیا مگر اس

قدر رکھیا کہ اُس کی عظمت اور تاکد کو عوام کی نگاہون سے گرا دیا فقط اتنی بات کہکر کہ
تراویح ایک امر مستحب ہے کچھ سنت نہین اور اُس پر ثمرہ اسقدر تو ہوا کہ بعض جاہلون نے
بیس رکعت چھوڑ کر آٹھ پڑہنا شروع کین اور وہ آٹھ پڑھنے کا بھی سبب یہ ہی کہ اونکے
ذہن مین وہ آٹھ رکعت سنت موکدہ ہین یہ اُنھین معلوم نہین کہ بعض علمانے ہمپر
بڑا احسان کیا کہ بالکل بوجھ ہمارے سر سے اوٹھا دیا یعنی فرما دیا کہ جیسے بیس رکعت سنت
نہین ویسا ہی آٹھ بھی سنت نہین اور کیونکر نہوتا اس زمانہ مین طبیعتین امور شرعیہ کے
چھوڑنے کے لئے نہایت حیلہ جو ہین اُن کے ترک کے لئے استحباب بھی حیلہ ہی جب
کسی امر مستحب کے کرنے کو کہو تو جواب دیتے ہین کہ مستحب تو بہت سے امور ہین ہم سے کب
ہو سکتے ہین فرض و سنت ادا ہو جائے تو بھی غنیمت ہی جب یہ حال مین نے دیکھا تو عزم
بالجزم ہوا کہ اس سنت سنیہ کے اثبات مین کوئی رسالہ تحریر کرون مگر عدم تیسر اسباب
اور خوف مجادلین مانع ہوتا تھا اور محض سکوت بھی مناسب جانا جس قدر اسباب بہم
پہنچا اُسی پر اکتفا کی طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے اور ناحق کوش کے لئے کسیقدر
بھی وافی نہین لہذا یہ رسالہ تحریر کیا اور **غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح** اسکا نام
رکھا اور تین فصلون پر منقسم کیا **فصل اول در بیان معنی سنت** لغت مین
سنت کے معنی مطلق طریقہ اور عادت کے ہین خواہ نیک ہو یا بد ہو اور مستحب کے معنی
محبوب اور مرغوب کے ہین اور شرع مین طریقۂ حسنہ مسلوکہ فی الدین کو کہتے ہین مگر وہ
طریقہ فرض و واجب نہو اور اوس کی دو قسمین ہین ایک سنت موکدہ کہ اُسی سنت ہدی
بھی کہتے ہین دوسری مستحب کہ اُسے سنت زائدہ اور مندوب بھی کہتے ہین حنفیہ کے
نزدیک یہ تعریف عام ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونون کو
شامل ہی اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دونون منقسم من طرف سنت
موکدہ اور سنت زائدہ کے اب کتب اصول اور فقہ سے اسکے شواہد نقل کئے جاتے ہین

تبیین شرح حسامی میں ہے قولہ السنۃ الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین اعلم
ان السنۃ فی اللغۃ ہی الطریقۃ المطلقۃ حسنۃ کانت او سیئۃ (الی ان
قال) وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول علیہ السلام او
للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول صلعم او سنۃ الخلفاء الراشدین ولا
یختص مطلق السنۃ بسنۃ الرسول صلعم خلافا للشافعی رح قال القاضی ابو زید رح
ویحتمل انہ لم یبلغہ استعمال السلف اطلاق السنۃ علی طریقۃ
العمرین والصحابۃ لانہ کان بعد ابی حنیفۃ بقرنین او بقرن قولہ وحکمہ
ان یطالب المرء باقامتہا ویعاقب علی ترکہا لانہ لا یخلو اما ان یکون
طریقۃ الرسول علیہ السلام او الصحابۃ وکل واحدۃ من الطریقین
امرنا باحیائہا ونہینا عن اماتتہا انتہی اس عبارت سے مثل آفتاب نیم روز کے
روشن ہے کہ جس طرح طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت مؤکدہ ہوتا ہے اوسی
طرح طریقہ صحابہ بھی سنت مؤکدہ ہوتا ہے اور جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے امت مطالب ہے اور تارک اوسکا معاتب ویسا ہی سنت صحابہ سے بھی مطالب
اور تارک اوسکا معاتب شرح تحریر مولانا بحر العلوم میں ہے اما السنۃ
فہی الطریقۃ الدینیۃ منہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین
ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم او بعضہم والمقصود انہا
الطریقۃ المستمرۃ التی لم تترک الا احیانا ولیست بالوجوب وہی
منقسمۃ الی قسمین الاول سنۃ الہدی وہی السنۃ التی واظب علیہا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث العبادۃ وحکمہا ان تارکہا بلا عذر
مضلل ملوم ومحروم الشفاعۃ فی الحقیق وہی کالاذان والجماعۃ وانت تعلم
ان مواظبۃ النبی صلعم علی الاذان لم یثبت فینبغی ان یراد اعم من ان یکون

الطریقة المستمرة فی الدین منه صلی اللہ علیه وسلم بان باشرہ اولاً بان
استمر الناس علیها باذنه صلی اللہ علیه وسلم او باذن الخلفاء انتہی
مولینا کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ مواظبت باذن خلفا موجب سنیت ہے اور جب مواظبت
بالاذن موجب سنیت ہوئی تو مواظبت بنفسہ بطریق اولیٰ موجب ہوگی اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ جو تعریف سنت میں فقط ما واظب علیہ النبی صلعم پر اکتفا کرتے ہیں انکی غرض
مواظبت سے عام ہے خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا مواظبت
خلفائے راشدین ہو بنفسہ یا بالاذن **اصول شاشی** میں ہے والسنة عبارة
عن الطریقة المسلوکة المرضیة فی باب الدین سواء کانت من رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم او من اصحابه قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة
الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیها بالنواجذ وحکمها ان یطالب
المرء باحیائها ویستحق الملامة بترکها الا ان یترکها بعذر انتہی۔
تحقیق شرح حسامی میں ہے السنة لغةً الطریقة مرضیة او غیر مرضیة
وھی فی الشریعة اسم للطریقة الحسنة المسلوکة فی الدین من غیر
افتراض ولا وجوب کما اشار الشیخ فی بیان الحکم سواء سلکها الرسول
علیه السلام او غیرہ ممن ھو علم فی الدین وحکمها الذا قال شمس الائمة
ای حکم السنة ھو الاتباع فقد ثبت بالدلیل ان رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم متبع فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابة
بعدہ الا انها طریقة امرنا باحیائها لقوله تعالیٰ لقد کان فیهم اسوة حسنة
ولقوله عز اسمه وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نهٰکم عنه فانتهوا ولقوله
علیه السلام علیکم بسنتی الخ والاحیاء فی الفعل فترک الفعل یستوجب

ملہ کیونکہ تعریف سنت میں مواظبت کو خاص کرکے بیان نہیں مراد عام لی ہے اور مواظبت خلفا کو شامل کیا ہے
لہذا تحقیق میں ارادہ الخ ۱۲

الملامة ای الملامة فی الدنیا وحرمان الشفاعة فی الاخرة وذکر ابو الیسر
واما حکم السنة فهو ان کل فعل واظب علیه الرسول صلی اللہ علیه وسلم
مثل التشهد فی الصلوة والسنن الرواتب یندب الی تحصیله ویلام
علی ترکه مع لحوق اسم یسیر وکل فعل لم یواظب علیه رسول اللہ علیه
السلام بل ترکه فی حالة کالطهارة لکل صلوة وتکرار الغسل فی اعضاء
الوضوء والترتیب فی الوضوء فانه یندب الی تحصیله لکن لا یلام
علی ترکه ولا یلحق بترکه وزر اما التراویح فی رمضان فانها سنة الصحابة
رضی اللہ عنهم اذ لم یواظب علیها الرسول صلی اللہ علیه وسلم بل واظب
علیها الصحابة رضی اللہ عنهم وهی مما یندب الی تحصیله ویلام علی
ترکه ولکنها دون ما واظب علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فان
سنة النبی صلعم اقوی من سنة الصحابة رضوان اللہ علیهم قال ابو الیسر
هذا عندنا واصحاب الشافعی یقولون السنة فعل واظب علیه النبی
صلی اللہ علیه وسلم واما الفعل الذی واظب علیه الصحابة فلیس بسنة وهو
علی اصلهم مستقیم فانهم لا یرون اقوال الصحابة حجة فلا یرون افعالهم ایضا
سنة وعندنا اقوالهم حجة فیکون افعالهم سنة انتهی علامہ عبد العزیز بخاری
کی تحقیق سے ظاہر ہوا کہ سنت رسول خدا و طریقۂ خلفا دونوں کی اتباع کا ہمکو امر ہے اور
تارک فعل رسول اللہ یا خلفا لائق ملامت ہے اور یہی سنت کا مآل ہے کشف بزدوی
میں ہے حکم السنة هو الاتباع فقد ثبت بالدلیل ان رسول اللہ علیه السلام
متبع فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابة بعده رضو اللہ عنهم وهذا
الاتباع الثابت بمطلق السنة خال عن صفة الفرضیة والوجوب الا ان یکون
من اعلام الدین نحو صلوة العید والاذان والصلوة بالجماعة فان ذلك

بمنزلة الواجب على ما بينه بعد وذكر ابو اليسر واما السنة فكل فعل واظب
عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل التشهد في الصلوة والسنن
الرواتب حكمها انه يندب الى تحصيلها ويلام على تركها مع لحوق اثم يسير
وكل فعل لم يواظب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بل تركه في حالة
كالطهارة لكل صلوة وتكرار الغسل في اعضاء الوضوء والترتيب في الوضوء فانه
يندب الى تحصيله ولكن لا يلام على تركه ولا يلحقه بتركه وزر واما التراويح
في رمضان فانها سنة الصحابة رضي الله عنهم اذ لم يواظب عليها رسول الله
صلى الله عليه وسلم بل واظب عليها الصحابة رضي الله عنهم وهي مما يندب
الى تحصيله ويلام على تركه ولكنها دون ما واظب عليه رسول الله صلى الله عليه
وسلم فان سنة النبي صلى الله عليه وسلم اقوى من سنة الصحابة الخ انتهى
كشف بزدوی اور تحقیق شرح حسامی سے ظاہر ہوا کہ امام ابو الیسر کے نزدیک مواظبت
صحابہ موجب سنیت ہے گرچہ اس کا تاکد کم ہو سنت رسول اللہ سے اور تارک اسکا گنہگار ہے
کیونکہ تارک سنت صحابہ کو مستحق ملامت قرار دیا اور ظاہر ہے کہ بدون ارتکاب معصیت
ہرگز قابل ملامت نہیں ہو سکتا چنانچہ خود ہی امام موصوف نے تصریح کردی ہے پس ان
تصریحات سے ظاہر اور مویدا ہوا کہ علماء اصول کے نزدیک فعل رسول اللہ اور فعل صحابہ دونوں
مسنون ہیں اور تارک سنت رسول اللہ یا طریقہ صحابہ دونوں آثم و گنہگار ہیں اور تعجب ہے
ان حنفیہ سے کہ تارک سنت صحابہ کو آثم نہیں کہتے باوجودیکہ تقلید صحابہ محققین حنفیہ کے نزدیک
واجب ہے تحقیق شرح حسامی میں ہے لا خلاف ان مذهب صحابی اماما كان
او حاكما او مفتيا ليس بحجة على صحابي اخر انما الخلاف في كونه حجة على التابعين
ومن بعدهم من المجتهدين فقال ابو سعيد البردعي وابو بكر الرازي في بعض
الروايات وجماعة من اصحابنا انه حجة وتقليده واجب يترك بقوله القياس او

بمذہبہ القیاس وہو مختار الشیخین وابی الیسر والمصنف وہو مذہب
مالک واحمد بن حنبل فی احد الروایتین والشافعی فی قولہ القدیم انتہی
توضیح میں ہے فصل فی تقلید الصحابی رضی یجب اجماعاً فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا
یجب اجماعاً فیما ثبت الخلاف بینہم واختلف فی غیرہا وہو ما لم یعلم اتفاقہم
ولا اختلافہم انتہی الحاصل جب محققین وجوب تقلید صحابہ کے قائل ہیں تو پھر تارک
سنت صحابہ کیونکر گنہگار نہ ہوگا اس امر میں صاحب امداد بھی ہمارے موافق ہیں کہ اصولیین
حنفیہ کے نزدیک مواظبت خلفا موجب سنیت ہے چنانچہ امداد السنۃ[له] کے صفحہ ۴۵ سے
ظاہر ہے الحمد للہ علی ذلک اور فقہائے حنفیہ کی تعبیرات تعریف سنت میں مختلف ہیں
اور بالفاظ عدیدہ بیان مطلب کرتے ہیں اور اگر تامل اور فکر کیا جائے تو باعتبار امر
متنازع فیہ کے ماحصل سب کا واحد معلوم ہوتا ہے اور بسبب اختلاف اغراض اور مطمح
انظار کے تعبیرات مختلف ہیں بعض میں فعل صحابہ کے سنت ہونیکی تصریح ہے اور بعض
میں اطلاق ہے نہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح اور نہ فعل صحابہ کرام کا بیان اور
بعض میں ظاہر افعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ہے اور محققین نے اس تعبیر کو
ناقص قرار دیا ہے اب یہاں چند تعبیریں بطور نشاہد کے بیان ہوتی ہیں۔ **ازانجملہ**
ما قال العلامۃ الشامی فی حاشیۃ علی الدر المختار وہو ہذا وبلا منع الترک ان کان مما
واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدون من بعدہ
فسنۃ والا فمندوب ونفل والسنۃ نوعان سنۃ الہدی وترکہا یوجب
اساءۃ وکراہۃ کالجماعۃ والاذان ونحوہما وسنۃ الزوائد وترکہا لا یوجب
ذلک الخ وقال ایضاً فی کتاب الصوم قدمنا فی بحث سنن الوضو تحقیق الفرق
بین السنۃ والمندوب بان السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

له عبارت اسکی یہ ہے جس پر خلفا نے مواظبت فرمائی ہو اسکو اصولیین حنفیہ البتہ سنت کہتے ہیں لیکن فقہائے حنفیہ اسکو سنت نہیں کہتے انتہی ۱۲

اوخلفائہ من بعدہ وھی قسمان سنۃ الھدیٰ وسنۃ الزائد انتہی ملخصا
جس شخص کو ادنیٰ ماسکہ بھی علم سے ہی وہ خوب جان لیگا کہ صاحب ردالمحتار نے فعل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہؓ دونوں کو منقسم کیا ہی طرف سنت زائدہ اور
سنت مؤکدہ کے کیونکہ مطلق مواظبت کے شامل ہی مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور مواظبت خلفا کو سنت قرار دیا اور پھر السنۃ معرف باللام لاکر اسی سنت
کی تقسیم کی طرف سنت مؤکدہ اور زائدہ کے وایضاً فی السراج الوہاج ھی فی الشرع
ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او واحد من اصحابہ
ویوجر العبد علی اتیانہ ویلام تارکہا وھی یتناول القولی والفعلی انتہی
وایضاً فی الجوہرۃ النیرہ السنۃ فی اللغۃ ھی الطریقۃ سواء کانت مرضیۃ
او غیر مرضیۃ وفی الشرع عبارۃ عما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم او واحد من الصحابۃ ویوجر العبد علی اتیانہا ویلام علی
ترکہا ویتناول القولی والفعلی انتہی اس تعریف سے بھی ظاہر ہی کہ مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواظبت صحابہ دونوں موجب سنیت ہیں اور یہ بھی
پوشیدہ نہیں ہی کہ صاحب سراج اور صاحب جوہرہ نیرہ کے قول سی مواظبت بالاذن
کا بھی سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہی جیسا کہ مولینا بحر العلوم نے تصریح کی ہے
وایضاً فی الایضاح السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
وجہ العبادۃ مع الترک فی الجملۃ ھو المنتھیٰ فی حدھا المسطور فی الکتب
وفیہ قصور لان ما واظب علیہا الخلفاء الراشدون ایضا من السنۃ
الا تری الی ما قالہ صاحب الہدایۃ فی التراویح والاصح انہا سنۃ لانہ

ملہ اور معترضین کے کلام میں اور اس میں اتنا فرق ہی کہ اور مواظبت کو سنت مؤکدہ سے خارج کرتے
ہیں اور صاحب ردالمحتار خارج نہیں کرتے بلکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں میں مواظبت شرط کرتے ہیں اور
دونوں میں فرق یہ کرتے ہیں کہ مؤکدہ شعائر دین میں سے ہی اور زائدہ ایسے نہیں ۱۲ منہ ملہ کیونکہ کہتے ہیں
کہ مواظبت شامل ہی قولی اور فعلی دونوں کو اور مواظبت قولی یعنی مواظبت بالاذن ہی یا اُسکا ایک فرد ۱۲ منہ

واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور یہ بات بھی دریافت کر لینا
چاہئے کہ مواظبت عام ہے حکما ہو یا حقیقۃ فی الدر المختار الشرط فی المؤکدۃ المواظبۃ
مع ترک ولو حکما انتہی وفی رد المحتار المراد ایضا المواظبۃ ولو حکما لتدخل
التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی التخلف عنہا وھو
خوف ان تفرض علینا انتہی وہکذا فی الطحطاوی اور مواظبت اور ونکی باذن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باذن خلفا اسی مواظبت حکمی میں داخل ہے از انجملہ
ما قال صاحب تصویر التنویر ویرید بالسنۃ الہدی ہنا فعلا غیر فرض و
غیر مختص بالنبی فعلہ ہو او الخلفاء الراشدون او امر بہ او قربوا علیہ
قربۃ ولم ینسخ ولا یترک بالاجماع وبغیر المؤکدۃ ما فعلہ مرۃ وترکوہ
اخری انتہی از انجملہ ما قال صاحب الفصیحۃ ناقلا عن المحیط[له] السنۃ سنتان
سنۃ النبی وسنۃ الصحابۃ فسنۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام ھی الطریقۃ
التی واظب علیہا کرکعتی الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی واظبوا علیہا
کالجماعۃ فی التراویح فہی سنۃ عمرؓ فانہ واظب علیہا وتابعہ الصحابۃؓ انتہی
فی التاتارخانیۃ السنۃ سنتان سنۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ
الصحابہ سنۃ الرسول ھی الطریقۃ التی سلکہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم و
واظبہا کرکعتی الفجر والاربع قبل الظہر واشباہما وسنۃ الصحابۃ رضوان اللہ
تعالی علیہم ھی الطریقۃ التی سلکہا الصحابۃ وواظبوا علیہا کالتراویح فانہا سنۃ

[له] طحطاوی اور تاتارخانیہ میں اگرچہ قید مؤکدہ کی نہیں لگائی مگر ادنی تامل میں عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کتابوں
میں سنت مؤکدہ کی تقسیم اور تعریف ہے کیونکہ تعریف میں مواظبت کو اخذ کیا ہے اور مثال بھی وہ دی کہ بالاتفاق وہ
سنت مؤکدہ ہے دو قرینہ بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ یہاں تقسیم اور تعریف سنت مؤکدہ کی ہے کیونکہ مواظبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عند الجمہور اور سنت فجر تو بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے اس شق میں تو لامحالہ کہنا پڑیگا کہ صرف سنت
مؤکدہ کو بیان کیا ہے پس شق ثانی وثالث میں بھی اسی قرینہ سے سنت مؤکدہ مراد ہوگی ورنہ عبارت لغو اور مہمل ہو جائیگی
علاوہ اس کے محیط نے سنت صحابہ کی مثال جماعت تراویح بیان کی ہے اور تاتارخانیہ میں اسکی مثال تراویح دی اور
ان دونوں کا سنت مؤکدہ ہونا ان دونوں کتابوں میں مصرح ہے ۱۲ منہ

عمرؓ لان عمرؓ واظب علیہا شرح الطحاوی انتہی **ازانجملہ** ما فی خلاصۃ الفتاوی السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او اصحابہ **ازانجملہ** ما قال الطحطاوی فی حاشیہ مراقی الفلاح والسنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما تقدم او صحبہ قال فی السراج ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او احد من اصحابہ امر علیہ السلام باتباعہ بقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی وقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم انتہی **ازانجملہ** ما قال فی **منح الغفار** وہو انہا الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ انتہی **ازانجملہ** ما قال **صاحب المبسوط** السنۃ سنتان اخذہا ہدی وترکہا لاباس بہ کالسنۃ التی لم یواظب علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ اخذہا ہدی وترکہا ضلالۃ کالاذان والاقامۃ انتہی **ازانجملہ** ما قال فی نہر الفائق فی غایۃ البیان ہی ما فی فعلہ ثواب وفی ترکہ عتاب لاعقاب وایدہ بعض المتاخرین بانہ المعنی المناسب للمقام انتہی وہکذا قال العینی فی منحۃ السلوک **ازانجملہ** ما قال صاحب الدر المختار ناقلا عن الشمنی وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب انتہی شمنی کی تعریف بھی فعل خلفا کو شامل ہے کیونکہ فعل خلفا ثابت بقول رسول اللہ ہے اسوجہ سے صاحب در المختار نے تراویح کی نسبت موکدہ ہونیکی دلیل مواظبت خلفا بیان کی ہے یہانتک وہ تعبیریں بیان ہوئیں جن میں فعل صحابہ کی سنت ہونیکی تصریح ہے یا مطلق ہیں کسی کے فعل کی تصریح نہیں مگر کسی سے مفہوم نہیں ہوتا کہ فعل صحابی سنت نہیں اور سنت موکدہ ہونا مخصوص ہے مواظبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے **ازانجملہ** ما قال صدر الشریعۃ فی شرح الوقایہ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ

علیه وسلم مع الترك احیانا فان کانت المواظبة علی سبیل العبادة فسنن الهدی
وان کانت علی سبیل العبادة فسنن الزوائد انتهی از انجملہ ما قال صاحب البحر
والذی ظهر للعبد الضعیف ان السنة ما واظب علیه النبی صلی الله علیه
وسلم لکن ان کانت لا مع الترك فهی دلیل السنة المؤکدة وان کانت مع
الترك احیانا فهی دلیل غیر المؤکدة وان اقترنت بالانکار علی من لم
یفعله فهی دلیل الوجوب انتهی یہی دونوں تعبیریں ہیں جن کی سند سے صاحب امداد
فرماتے ہیں کہ مواظبت خلفا سے کسی فعل کو سنت موکدہ کہنا خلاف ضابطہ فقہا ہے
مگر میں کہتا ہوں کہ اول تو اکثر تعبیروں کو چھوڑ دینا اور اقل قلیل پر حکم کلیہ کر دینا نہایت
انصاف سے بعید ہے دوسرے اس تعریف کا حال سنئے کہ بوجہ چند اس میں کلام ہے اولاً
اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہ تعریف فعل صحابہ کو شامل نہیں ہے جب بھی ہمیں حجت نہیں ہو سکتی
کیونکہ فقہا اور اصولیین نے خود اس تعریف کو ناقص ٹھہرایا ہے چنانچہ ایضاح سے معلوم
ہوا اور اسی تعریف کو صاحب تقریر نے لکھا ہے ولا یخفی عدم شموله لجمیع المسنونات
اور اسی تعریف پر شیخ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں بڑی دھوم دھام سے اعتراض کئے
ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ یہ تعریف مواظبت خلفا کو شامل نہیں ہے حالانکہ
ضرور ہے مواظبت خلفا کو شامل کرنا وعبارته هکذا وفی فتح القدیر ما واظب علیه
صلی الله علیه وسلم مع الترك احیانا وفیه بحث من وجوه الاول لیس
کلما کان کذلك یکون سنة بل لا بد ان یکون علی وجه العبادة کما
قیده فی ایضاح الاصلاح لیخرج ما کان کذلك علی وجه العادة الی
ان قال الثالث لا بد ان یزاد وما واظب علیها الخلفاء الراشدون
بعده لیدخل التراویح اذ قد اطبقوا علی سنیتها لمواظبة الخلفاء علیها
وما فی السراج هی ما فعله علیه الصلوة والسلام او احد من صحابه

فتحریف لمطلق السنۃ والکلام فی المؤکدۃ انتہی مقام انصاف ہی کہ جب صاحب
تقریر نے اس تعریف پر مجملاً نقض کیا اور صاحب ایضاح اور صاحب نہر نے صراحۃً لکھ
دیا کہ یہ تعریف ناقص ہی مواظبت خلفا کو شامل نہین پھر بھی کوئی شخص اس تعریف کو تمسک
ٹھہرا کر کہہ سکتا ہی کہ مواظبت خلفا موجب سنیت نہین ہوتی یہ امر بھی دریافت کرلینا
چاہیئے کہ صاحب النہر الفائق صاف لکھتا ہی کہ مواظبت خلفا موجب سنت مؤکدہ
ہونیکی اس لئے کہ صاحب سراج کی تعریف کو کہتا ہے کہ یہ تعریف مطلق سنت کی ہی
اور بحث ہو رہی ہی سنت مؤکدہ کی تعریف مین یعنی فتح القدیر مین تعریف سنت
مؤکدہ کی ہے اور اسی تعریف مین مواظبت خلفا کی قید لگانا ضرور ہی تاکہ سنت مؤکدہ
کی تعریف جامع ہو جاوے اور صاحب سراج نے خاص سنت مؤکدہ کی تعریف نہین کی
بلکہ مطلق سنت کی تعریف کی ہی کہ سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ دونون کو شامل ہے
کیونکہ مطلق فعل نبی اور فعل صحابہ کو اخذ کیا ہے اور ظاہر ہی کہ مطلق فعل عام ہی مواظبت
سی حاصل کلام یہ ہی کہ صاحب سراج کی تعریف اگرچہ فعل صحابہ کو شامل ہی مگر مانحن فیہ سے
خارج ہی کیونکہ ہماری گفتگو خاص سنت مؤکدہ مین ہی اور یہ مطلق سنت کی تعریف ہی
ثانیاً اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہ تعریف صحیح ہی اور کچھ اس مین کلام نہین تو یہ مسلم نہین کہ
یہ تعریف مطلق سنت کی ہی بلکہ خاص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
ہی چنانچہ عینی شرح ہدایہ سے مفہوم ہوتا ہی اسلئے کہ شارح موصوف نے فاضل
اترازی سے تعریف نقل کرکے اُس پر دو اعتراض نقل کئے ہین اعتراض ثانی کا محصل یہ
ہی کہ فاضل مذکور کی تعریف مانع نہین ہی کیونکہ اس تعریف مین سنت غیر نبی بھی داخل
ہوگئی اور یہی اعتراض فاضل اکمل کی تعریف پر کیا ہی وعبارتہ الثانی ان تعریفہ ہذا
یدخل فیہ سنۃ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ العمرین
لا شک فی فعلها ثواب وفی ترکہا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بہما

لقوله علیه السلام اقتدوا بالذین من بعدی الخ فاذا اقتداء بهما ماموربه
یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب واما تعریف الاکمل فلانه
غیر مانع لتناوله سنة غیر النبی صلی الله علیه وسلم اور یہی بات امام ابوالیسر رح
کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے یہانتک بیان کیا گیا جو کچھ کہ علما نے اس تعریف پر رد و قدح
کی ہے اب یہ حقیر کہتا ہے کہ اگر یہ تعریف خاص سنت نبوی قرار دیجائے اور سنت صحابہؓ اس سے
خارج رہے تو کچھ قباحت نہین اور اس امر کو صاحب امداد الغوی بھی تسلیم کرتے ہین اور صفحہ ۳
مین تحریر فرماتے ہین اگر مقسم خاص سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو سنت غیر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم خارج از قسمین ہے چنانچہ اسی طرف مشیر ہے یہ کلام صاحب تلویح کا والنفل دون الزوائد
لانها صارت طریقة مسلوکة فی الدین وسیرة للنبی صلی الله علیه وسلم بخلاف
النفل انتہی کیونکہ اگر مقسم عام ہوتا تو سنت غیر نبی بھی سنت زائدہ ہوتی اور اُس کا سیرة
للنبی ہونا متصور نہین انتہی مگر اس سے یہ بات لازم نہ آویگی کہ کوئی فعل صحابہ سنت مؤکدہ نہو
کیونکہ سنت صحابہ سے یہان بحث ہی نہین اور یہ امر کچھ بعید نہین کہ فقہا نے خاص سنت نبوی
کی تعریف کی ہو اس وجہ سے کہ صحابہ کرام سے بہت قلیل امور ثابت ہونگے کہ وہ حضرت سے ثابت
نہون چونکہ اس سنت کا وجود اقل قلیل ہے تو فقہا کا ترک کرنا گنجایش رکھتا ہے اور جنہون نے مواظبت
صحابہ کی قید زائد کی ہے اونکی غرض تعریف مطلق سنت ہے اور اگر یہ تعریف عام کیجائے تو بھی
ممکن ہے یعنی اگر کہا جائے کہ یہ تعریف مواظبت صحابہ کو شامل ہے تو کچھ بعید نہین کیونکہ سنت
خلفاے راشدین بمقتضاے کلام سید الانام علیه الصلوة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء
الراشدین من بعدی اور بفحواے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمرؓ کی سنت نبوی کے
حکم مین ہے چنانچہ قدوة المحققین مولوی بشیر الدین صاحب نے غایة الکلام کے صفحہ ۱۳۹ مین اذان
ثالث جمعہ کو سنت خلیفہ ثالث قرار دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حکما ٹھہرایا ہے

اور اُس کی وجہ اسطرح بیان کی ہے۔ زیرا کہ سنت خلفا در حکم سنت حضرت علیه الصلوة والتحیة

بیان عمومیت تعریف سنت جو [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہے

است بموجب منطوق علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین انتہی اور کتب اصول مین بھی یہ امر
مصرح ہی مسلم مین ہی قول الصحابی مما یمکن فیہ الرای ملحق بالسنۃ لغیرہ
لا لمثلہ الی ان قال وفیما لا یدرک بالرای فعند اصحابنا اتفاقاً۔
انتہی جب یہ امر ٹھہرا کہ اصل مین فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنت ہی
اور طریقہ صحابۂ کرام ملحق بالسنۃ ہی تو فقہا نے اس نظر سی فعل صحابہ کی تصریح نہین کی
کیونکہ جب شی ثابت ہوگی تو مع اپنے لواحق کے ثابت ہوگی اصل کا بیان کرنا
کافی ہی لواحق کا ذکر کچھ ضرور نہین خصوصاً اُس وقت کہ لواحق کا وجود بہت ہی کم
پایا جاے اور اون فقہا کے کلام سے تو اس دعوی کی نہایت تصدیق ہوتی ہے
جو تعریف سنت مین ظاہرا مواظبت کو خاص کرتے ہین اور تراویح مین مواظبت
خلفا کو دلیل سنت قرار دیتے ہین چنانچہ صاحب شرح وقایہ نے تعریف سنت مین
مواظبت کو خاص کیا ہے اور بحث تراویح مین لکھا ہے وانما کانت تراویح سنۃ
لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور صاحب جامع الرموز نے
بھی ایسا ہی کیا ہے **فائدہ** بعض کتابون مین تراویح کی سنت ہونیکو اصح کہا ہی چنانچہ
منحۃ السلوک مین ہی والاصح انہا سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء
الراشدین اور ہدایہ مین ہے والاصح انہا سنۃ لانہ واظب علیہا
الخلفاء الراشدون ظاہرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقابل اسکا صحیح ہو مگر یہ
خیال کرنا نچاہئے بلکہ یہان لفظ اصح بمعنی صحیح ہے مقابل صحیح کے نہین اور فقہا تصریح
کرتے ہین کہ صحیح اور اصح دونون ایک معنی مین آتے ہین چنانچہ **فصیحیہ** مین لکھا ہے
فی المضمرات قول الفقہاء وھو الاصح وھو الصحیح وھو المعتمد علیہ الی
غیر ذلک من العبارات کلہا بمعنی واحد اور اسی وجہ سی بعض فقہا نے اس
لفظ اصح کی جگہ لفظ صحیح لکھا ہے **فی جامع الرموز** التراویح علی الصحیح سنۃ

موکدۃ انتہی وفی **غنیۃ المستملی** وھی سنۃ مؤکدۃ فی الصحیح انتہی و فی **خزانۃ المفتین** التراویح سنۃ مؤکدۃ للرجال والنساء وھو الصحیح انتہی وفی **خزانۃ الفتاوی** التراویح سنۃ ھو الصحیح من المذھب انتہی و فی **العینی** ان التراویح سنۃ لا یجوز ترکھا وقال الشھید ھو الصحیح انتہی وفی **الکافی** التراویح سنۃ فی الصحیح من المذھب انتہی اور اگر اصح کو بمعنی صحیح نہ لین گے تو اصح کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ صحیح کا مقابل غلط ہے یا ضعیف اور اصح کا مقابل صحیح ہے اب اصح اپنے معنی میں رہے تو حاصل معنی ان عبارتون کے یہ ہونگے کہ تراویح سنت بھی ہے اور مستحب بھی مگر سنت ہونا اصح ہے حالانکہ اس مقام میں سنت اور مستحب کا اجتماع نہیں ہوسکتا ہے اسلئے کہ مستحب اس مقام پر یا تو قسیم ہے مطلق سنت کا یا خاص سنت مؤکدہ کا اور دو قسیم ایک محل پر جمع نہیں ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ سنت کے مفہوم میں مواظبت معتبر ہے اور مستحب میں عدم مواظبت پھر یہ دونون متنافیین کیسے جمع ہوسکتے ہیں فالحمد لله کما ینبغی اقوال اصولیین اور فقہا سے مواظبت صحابہ کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا۔

ضمیمہ

اس[1] مقام پر بعض صاحب ایک شک کرتے ہیں اس کا جواب دینا بھی ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ مواظبت خلفاے راشدین کا مفید سنت مؤکدہ ہونا خلاف تحقیق ہے اس وجہ سے کہ اگر فرض کیجئے کہ ایک فعل ایسا ہے کہ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہین کی لیکن رغبت دلائی ہے پس وہ فعل لامحالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاے راشدین نے اس مستحب پر بمقتضاے حدیث احب الاعمال الی اللہ ادومھا و

[1] اس سے مراد مولوی محمد بشیر صاحب القول المنصور ہیں یہ ضمیمہ بعد کئی برس کے داخل کتاب کیا گیا ہے۔ وقت تصنیف رسالہ ہذا یہ اعتراض نظر سے نہین گذرا تھا بلکہ القول المنصور تصنیف بھی نہین ہوا تھا ۱۲ منہ

واُن فی مواظبت کی پس اگر خلفاے راشدین کی مواظبت سے سنت مؤکدہ ہوجاے
تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا استحباب باقی رہیگا یا منسوخ ہوجائیگا بر تقدیر اول اجتماع متنافیین
لازم آتا ہے اور بر تقدیر ثانی لازم آئیگا نسخ اور حدوث دلیل شرعی بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور یہ دونون غیر متصور ہین انتہی جواب اسکا بچند وجوہ ہے **اول** یہ مسلم نہین کہ
مطلق رغبت دلانا مفید استحباب ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ بعض ترغیب مفید تاکد اور سنیت ہو ممکن
ہے کہ ایک فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب کسی عذر کے نکیا ہو اور رغبت بلیغ دلائی
ہو ایسے فعل کے ترک مین اسارت ہونیکی کیا وجہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ سنت کی تعریف
سے یہ فرد خارج ہے تو اُسکے وہی جواب دیے جائینگے جو پہلے ہم تحریر کر آئے ہین یعنی یا تو تعریف جامع
نہ قرار دی جائے یا اس کو مواظبت حکمی کہا جاے وغیر ذالک بہر حال ایسی رغبت کے بعد
اگر مواظبت خلفاے راشدین ثابت ہو اور اس کو مفید سنیت کہا جاے تو معترض کا نقض
وارد نہوگا اور مواظبت خلفا کی طرف اس کی نسبت اسوجہ سے کی گئی کہ وہ رغبت یا اُسکی کیفیت
ہم تک نہین پہنچی یہ جواب اگرچہ عموماً جاری نہو مگر محل متنازع فیہ مین جاری ہوسکتا ہے
اور غرض اس سے قصور بیان معترض ہے فافہم **دوم** یہ کہ معترض صاحب نے ان دونون امرو کے
غیر متصور ہونے مین توضیح و تلویح کی عبارت سے استدلال کیا ہے حالانکہ انہی کتابون مین خلاف
اس کے مصرح ہے اور جو عبارت معترض نے نقل کی ہے اُس پر صاحب تلویح اعتراض کرتے ہین
اور ناسخ ہونا اجماع کا ثابت کرتے ہین اور ایک مقام پر قول جمہور کی تاویل کرتے ہین شاید
معترض صاحب نے تمام و کمال ملاحظہ نہین فرمایا صرف مطلب کی بات دیکھلی ہے اب ناظرین
ملاحظہ فرمائین صاحب تلویح ایک اعتراض کے جواب مین تحریر کرتے ہین۔ وجوابہ ان کون
الاجماع حجۃ لیس مبنیا علی دلیلہ ای سندہ بل حجۃ لذاتہ کرامۃ لہذہ الامۃ
واستدامۃ لاحکام الشرع انتہی اس کلام سے حدوث دلیل شرعی کا بعد رسول اللہ

ؔلہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پر رغبت بلیغ دلائی ہے چنانچہ ناظر احادیث پر پوشیدہ نہین ہے ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم صاف ظاہر ہے کیونکہ حجیت اجماع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے
اور اُس کو حجت لذاتہ صاحب تلویح کہتے ہین و جواز نسخ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے مین صاحب تلویح لکھتے ہین ذهب فخر الاسلام الی انہ یجوز نسخ الاجماع
بالاجماع وان کان قطعیا حتی لو اجتمع الصحابۃ علی حکم ثم اجمعوا علی خلافہ
جاز والمختار عند الجمهور هو التفصیل علی ما اشار الیہ المص وهو ان الاجماع
القطعی المتفق علیہ لا یجوز تبدیلہ وهو المراد بما سبق من ان الاجماع
لا ینسخ ولا ینسخ بہ والمختلف فیہ یجوز تبدیلہ کما اذا اجمع القرن الثانی
علی حکم یروی فیہ خلاف من الصحابۃ ثم اجمعوا بانفسہم او اجمع من بعدہم
علی خلافہ فانہ یجوز ان ینتهی مدۃ الحکم الثابت بالاجماع فیوفق اللہ تعالی
اهل الاجماع علی خلافہ وما یقال ان انقطاع الوحی یوجب امتناع النسخ فمختصۃ
بما یتوقف علی الوحی والاجماع لیس کذلک انتہی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نسخ بعد رسول
ممکن ہے اور جو شبہات اس پر بظاہر وارد ہوتے تھے وہ بھی اس کلام سے مرتفع ہو گئے
کما لا یخفی اور معترض صاحب نے جو تلویح کی عبارت نقل کی ہے اُس مین قطع و برید کو کام فرمایا ہے
کیونکہ عبارت اول جو منقول ہے وہ اصل مین اس طرح ہے ای بعد النبی علیہ السلام
لان الاحکام صارت موبدۃ لانقطاع الوحی ولا یخفی ان هذا مختص
بالاحکام المنصوصۃ انتہی جملہ اخیرہ ولا یخفی الخ معترض نے حذف کر دیا جس سے
صاف معترض کا مدعی منقوض تھا اور دوسری عبارت جو منقول ہے والجمهور علی انہ لا نسخ الخ
اُس کے اول تو علامہ نے فخر الاسلام کا قول جواز نسخ مین نقل کیا ہے اور یہی مختار علامہ معلوم ہوتا ہے
اور بعد اسکے جمهور کے قول پر اعتراض کیا ہے اسطرح لقائل ان یقول لا نسلم ان الاجماع
المخالف للنص خطاء الخ الغرض بعد آنحضرتؐ مطلقاً نسخ کا غیر متصور ہونا مسلم نہین بلکہ
خود معترض کے قول کے خلاف ہے کیونکہ اتمام الحجۃ مین معترض صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہین

کہ قبول جزیہ اہل کتاب سے حضرت عیسیٰ کے وقت مین منسوخ ہو جائیگا اور ایسے ہی مؤلفۃ القلوب کے حصہ کا منسوخ ہونا معترض نے نقل کیا ہی اور اس سے صاحب کلام مبرور پر نقض کیا ہے۔

سوم حدوث دلیل شرعی سے کیا مراد ہے دلیل مستقل یا غیر مستقل بر تقدیر اول لزوم مسلم نہین اور بر تقدیر ثانی کوئی قبح نہین معترض صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہین چنانچہ اتمام الحجۃ سے ظاہر ہی تابع کی غیر مستقل ہونے کے لئے یہ ضرور نہین کہ متبوع کے ہر فرد کے تابع ہو یا کوئی فرد خاص کسی فرد خاص کے تابع ہو بلکہ مطلق کا اتباع کافی ہی اس کے عدم استقلال اور تابع ہونے کے یہ معنی ہین کہ اگر دلیل متبوع جسے مستقل مانا گیا ہے اُس سے اسکا دلیل ہونا ثابت نہوتا تو فی نفسہ یہ دلیل نہ ہوتی فافہم۔

چہارم یہ کہ اصل مین ناسخ فعل خلفاء راشدین نہین بلکہ حدیث[1] علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث وحدیث لرواہ الترمذی واحمد اقتدوا باالذین من بعدی ابی بکر وعمر ہی اس جواب پر معترض صاحب کا یہ نقض کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اجماع اور قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو محض بے اصل ہی کیونکہ اول تو اس لزوم مین قباحت بیان کیجئے اجماع کے ناسخ ہونے کا تو کچھ بیان گذرا اور قیاس کے ناسخ نہ ہونے پر بھی کلام کیا گیا ہے چنانچہ شرح مسلم وغیرہ مین مذکور ہی جس کا جی چاہے دیکھ لے دوسرے یہ کہ جو اجماع کے ناسخ ہونے کے منکر ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اجماع مخالف کتاب و سنت نہین ہو سکتا پس جب مخالف نہو تو ناسخ ہونیکی کوئی صورت نہین نکلتی اور اگر مخالف ہوگا تو دوسری نص پر مبنی ہوگا کہ مجمعین کے نزدیک ناسخ نص اولیٰ ہی کما فی کتب الاصول علاوہ اس کے اجماع کے ناسخ نہونے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ معترض صاحب اتمام الحجۃ مین تحریر کرتے ہین (ہو سکتا ہی کہ نفس الامر مین مثبت قطعیت حکم داعی وسند ہو اور اجماع صرف مظہر قطعیت ہو) جب اجماع صرف مظہر قطعیت ٹھہریگا تو اوس کے ناسخ ہونے مین کیا استحالہ لازم آئیگا اور قیاس کا بھی یہی حال ہی کیونکہ قیاس وہین ہوگا جہان نص نپایا جائیگا پس نص سے

[1] رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی ۱۲

تو مخالفت ہوئی نہین سکتی تاکہ ناسخ ہو سکے باقی رہا مخالفت قیاس متقدم سو بیانکی اصطلاح
مین نسخ نہین ہے بلکہ کہتے ہین کہ جب قیاس متاخر کا راجح ہونا ثابت ہوا تو قیاس اول
کا ثابت ہونا ہی نہین ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اُس سے حکم ثابت تھا نہین جب ثابت نہ تھا تو رفع کس شی کا
ہوگا چنانچہ تحقیق وغیرہ مین مصرح ہے۔ محشی نے کہا کہ منکرین سنیت فعل صحابہ کرام کا اس
مقام پر بہت بڑا شبہہ یہ ہے کہ حدیث مذکور سے سنیت ثابت نہین ہوتی کیونکہ علیکم امر ہے
اور امر واسطے وجوب کے آتا ہے یا استحباب کے سنیت کسی نے نہین لکھا اس وقت
اس اعتراض کے جواب مین ہم اسقدر کہتے ہین کہ اگر اس شک سے مواظبت خلفاے
راشدین کا سنت ہونا ثابت نہین ہوگا تو مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بھی سنت ہونا ثابت نہوگا اگر کوئی اُسے ثابت کریگا تو انشاء اللہ ہم اسے بھی ثابت
کر دین گے اور جن آیت و حدیث سے مواظبت رسول اللہ کی سنیت پر استدلال کیا گیا ہے
اُس سے ثبوت نہین ہو سکتا ہے کیونکہ اول استدلال آیت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا سے ہے اور اس پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو ہمارے استدلال پر کیا گیا ہے
یعنی خذو صیغہ امر ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا استحباب اور غرض اثبات سنیت ہے
وہ ثابت ہوئی علاوہ اسکے اس آیت سے مواظبت فعلی کا تو وجوب و استحباب بھی ثابت نہین
ہوتا کیونکہ ما اتاکم کے معنی ما امرکم ہین فی المسلم المعنی ما امرکم لمقابلتہ ما نہاکم انتہی
دوسرا استدلال آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ہے یہ بھی منقوض
ہے کیونکہ اس آیت سے وجوب تاسی اور اقتدا سمجھا جاتا ہے نہ سنیت چنانچہ مسلم مین وجوب
تاسی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اوسکی فواتح الرحموت مین اُس کی تقریر اس طرح کی ہے
وقد تقرر بان مفاد الایۃ ان من کان مومنا باللہ والیوم الاخر لہ اسوۃ حسنۃ
وھو یستلزم ان من لیس لہ اسوۃ حسنۃ لیس یومن باللہ والیوم الاخر
فیکون عدم الاسوۃ ملزوما لعدم الایمان فیکون حراما فیکون الاسوۃ

لہ یہ استدلالات امداد السنۃ اور القول منصور مین مذکور ہین ۱۲ منہ

واجبۃ انتہی تیسرا استدلال اس حدیث سے ہی من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اس سے استدلال کرنا تو عجیب خوش فہمی ہے کیونکہ ایک معنی تو اس کے یہ ہو سکتے ہیں کہ جس نے طریقہ اسلام کہ طریقۂ رسول اللہ ہے چھوڑا وہ شفاعت سے محروم ہے اور ظاہر معنی جس میں تکلف کی حاجت نہیں ہے یہی معنی ہیں اگر یہ معنی کہیں جائیں تو آپ کے مدعا سے کیا ربط ہوگا۔ اور اگر سنتی سے مراد افعال رسول اللہ لیئے جائیں تو کون سے افعال مراد لیئے جائیں گے۔ آیا وہ افعال جنکا عدم ترک جب ہے اور ترک انکا حرام یا مکروہ تحریمی یا وہ افعال جنکا عدم ترک مندوب ہے اور ترک انکا مکروہ اور ترک اولی اگر اول معنی مراد ہیں تو عدم نیل شفاعت کے کیا معنی کیونکہ اس تقدیر پر ترک سنت کے معنی ترک واجب کے ہوں گے اور ترک واجب کو غایۃ الامر گناہ کبیرہ کہا جاوے اور مرتکب کبیرہ کے لیئے یہ وعید نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت خود فرماتے ہیں شفاعتی لاہل الکبائر پس جب اول معنی صحیح نہوے تو معنی ثانی بطریق اولی صحیح نہوں گے اور اگر تاویلات کو دخل دیکر معنی درست بھی کیئے گئے تو مستدل کے لیئے کچھ مفید نہو گا کما لا یخفی علی من لہ درایۃ مسلمۃ۔

فصل دوم در اثبات سنیت نفس تراویح

مخفی نہ ہے کہ نفس تراویح بدلائل علم اصول و باقوال جمہور علماء سے فی نفسہا سنت مؤکدہ ہے **دلیل اول مواظبت صحابہ** واضح ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان یعنی تراویح کے نہایت ترغیب و تحریص دیا کرتے تھے اور تین یا چار شب آپنے جماعت بھی اسکی صحابہ کے ساتھ پڑھی اور پھر اس خوف سے کہ کہیں فرض نہو جاوے ترک فرمایا اور صحابہ سے کہدیا کہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو واسواسطے صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ تراویح پڑھتے رہے پھر حضرت عمرؓ نے سنہ چودہ ہجری میں اجتماع کا امر فرمایا صحابہ نے بلا عذر قبول کیا جب سے جماعت پر قرار اور دوام زمانہ

مضمون احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ میں آیا ہی صحیح مسلم میں ہی عن ابی هریرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرهم فیه بعزیمة فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والامر علی ذلك فی خلافة ابی بکر الصدیق وصدرا من خلافة عمر علی ذلك وعن عایشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی فی المسجد ذات لیلة فصلی بصلاته ناس ثم صلی من القابلة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة او الرابعة فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما اصبح قال قد رایت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم قال وذلك فی رمضان انتهی امام نووی نے لکھا ہی قوله فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ معناه استمر الامر هذه المدة علی ان کل احد یقوم رمضان فی بیته منفردا حتی انقضی صدر من خلافة عمر ثم جمعهم علی أُبَیّ ابن کعب فصلی بهم جماعة واستمر العمل علی فعلها جماعة وقد جاءت هذه الزیادة فی صحیح البخاری فی کتاب الصیام انتهی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہی واذا اجتمع الصحابة مع عمر علی ذلك زال عنه اسم البدعة اور بعد اسکے حضرت عائشہ کا قول نقل کرکے لکھا ہی واستدل به علی ان الافضل فی قیام شهر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعة لکونه صلی الله علیه وسلم صلی معه ناس فی تلك اللیالی واقرهم علی ذلك انما ترکه لمعنی قد امن بوفاته صلی الله علیه وسلم وهو خشیة الافتراض

له یعنی معنی حدیث اول کے یہ ہیں کہ اس مدت میں یعنی رسول الله صلی الله علیه وسلم کی وفات سے شروع خلافت حضرت عمرؓ تک یہ حال رہا کہ ہر شخص اپنے گھر میں نماز تراویح تنہا پڑھا کرتا تھا پر حضرت عمرؓ نے جماعت کا امر فرمایا۔ اور اُبی ابن کعب صحابی کو امام بنایا بعد ازاں جماعت تراویح کا کرنا مستمر ہوگیا ہمیشہ لوگ کرتے آئے ہیں یہ امام نووی کا حاصل مطلب ہی ۱۲

وبهذا قال الشافعی وجمهور اصحابه وابو حنیفة واحمد وبعض المالکیة وقد روی ابن ابی شیبة فعله عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلة وغیرهم وامر به عمر بن الخطابؓ واستمر علیه عمل الصحابة رضی الله عنهم وسائر المسلمین وصار من الشعائر الظاهرة کصلوٰة العید انتہی فاضل زرقانی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے وقال ابن عبد البر لم یسن عمر الا ما رضیه صلی الله علیه وسلم ولم یمنعه عن المواظبة علیه الا خشیته ان یفرض علی امته وکان بالمؤمنین رؤفا رحیما فلما امن ذلک عمر اقامها واحیاها سنة اربع عشرة من الهجرة الی ان قال فابتدعه عمر وتابعه الصحابة والناس الی هلم جرا او اذا اجمع الصحابة علی ذلک زال عنه اسم البدعة انتہی ملخصا محلی شرح مؤطا میں ہے ثم جمعهم عمرؓ علی ابی بن کعب فصلی بهم جماعة واستمر العمل علی فعلها جماعة انتہی الحاصل بے شائبہ شک و ریب تراویح پر استمرار اور دوام صحابۂ کرام کا ثابت ہے اور جب استمرار و دوام ثابت ہوا تو بمقتضائے اصول حنفیہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا کیونکہ فصل اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس فعل پر صحابۂ کرام مواظبت فرمائیں وہ فعل سنت مؤکدہ ہے **دلیل دوم** جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ کفایہ ہے[1] اور جب جماعت تراویح سنت مؤکدہ ہوئی تو نفس تراویح بھی لامحالہ سنت مؤکدہ ہوگی جماعت تراویح کی سنت ہونے کیلئے کئی دلیلیں ہیں منجملہ اُن کے دو یہاں بیان ہوتی ہیں **اوّل** یہ کہ صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کی پڑھی اور بعد تین یا چار شب کے بخوف فرضیت ترک فرمایا اور باتفاق جماعت تراویح آنحضرت پر فرض نہ تھی بلکہ نفل تھی اور آپ کا عبادت نافلہ کو بعذر ترک فرمانا مواظبت حکمی ہے وکل نفل واظب علیه النبی ولو حکما فهو سنة

---

[1] مخفی نہ ہو کہ ظاہر حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے ترک جماعت سے عذر کیا ہے خاص تراویح کو صاحب امداد السنۃ نے بھی خاتمۃ الکتاب میں یہی تحریر کیا ہے اور غنیۃ المستملی کا قول بھی اسی کو ثابت کرتا ہے ۱۲

مؤکدہ اور اس دلیل کی طرف بعض علمانے اشارہ بھی کیا ہے علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی مین جماعت تراویح کی سنیت بیان کرکے لکھا ہو ولہ اھو سندھم کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بمن اقتدی بہ بعض اللیالی وبین العذر فی ترک المواظبۃ علی ذلک وھو خوف الافتراض (الی ان قال) فقد ثبت انہ علیہ السلام صلاھا بالجماعۃ علی سبیل التداعی ولم یجرھا مجری سائر النوافل وانما عدم المواظبۃ لذلک العذر انتہی اور دوسری یہ دلیل ہو کہ جماعت تراویح پر باذن حضرت عمرؓ صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی کما اخرجہ البخاری وابن حبان من حدیث عبد الرحمن بن عبد القاری اور اسی جماعت کے بارے مین قسطلانی نے لکھا ہے۔ قد روی ابن ابی شیبۃ فعلہ عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلۃ وغیرھم وامر بہ عمر بن الخطابؓ واستمر علیہ عمل الصحابۃ رضی اللہ عنھم اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہی جیسا کہ پہلی فصل مین ثابت ہوا اور اسی وجہ سے علمائے محققین جماعت تراویح کے سنت ہونیکی تصریح کرتے ہین **فی منحۃ السلوک** الجماعۃ فیھا ای فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ ھذا عند الجمھور حتی لو ترک اھل المسجد کلھم اساؤا انتہی **وفی مفاتیح الجنان** واما الجماعۃ فیھا فالصحیح انھا سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترکھا اھل المسجد کلھم فقد اساؤا انتہی **وفی النھر الفائق** وسن فی رمضان عشرون رکعۃ بجماعۃ وھو ظاھر فی انھا علی الاعیان وھو قول المرغینانی والصحیح الذی علیہ العامۃ انھا علی الکفایۃ حتی لو ترکھا کل اھل المسجد اثموا انتہی **وفی البحر الرائق** ان الصحیح انھا فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ نص فی جوامع الفقہ علی انھا فیھا واجبۃ وھو غریب انتہی **وفی نور الایضاح** وصلوتھا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ **وفی حاشیۃ شیخ الاسلام** علی شرح الوقایہ اعلم انہ لو ترک الجماعۃ

فی التراویح قال بعضہم یکون مسیأ وقال اکثرہم الجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فان ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی کمال الدرایۃ شرح مختصر الوقایہ** وفی المحیط التراویح بالجماعۃ سنۃ فمن ترک التراویح بالجماعۃ وصلہا فی البیت فقد اساء عند بعضہم والصحیح ان اقامتہا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلہم اساؤا واثموا انتہی **وفی منیۃ المصلی** واقامتہا بالجماعۃ سنۃ ایضاً علی سبیل الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ وقد اساؤا فی ذلک انتہی **وفی منح الغفار** والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ کما صححہ فی الخانیۃ والمحیط واختارہ فی الہدایۃ وہو قول اکثر المشایخ علی ما فی الذخیرۃ وہو قول الجمہور کما فی بعض المعتبرات حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی الدر المختار** والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل المسجد اثموا انتہی **وفی الطحطاوی** قولہ سنۃ کفایۃ فی الاصح صححہ صاحب المحیط والغایۃ واختارہ فی الہدایۃ وہو قول اکثر المشایخ رحمہ اللہ تعالی وقال ظاہرہ انہا سنۃ کفایۃ فی کل مسجد والذی فی البحر والنہر حتی لو ترکہا اہل المسجد اثموا بالتعریف اہ انتہی **وفی رد المحتار** افاد ان اصل التراویح سنۃ عین فلو ترکہا واحد کرہ بخلاف صلوتہا بالجماعۃ فانہا سنۃ کفایۃ فلو ترکہا الکل اساؤا الی ان قال والصحیح قول الجمہور انہا سنۃ کفایۃ وتمامہ فی البحر انتہی **وفی الفتاوی البابریۃ** اما جماعت در تراویح سنت علی الکفایہ است تا آنکہ اہل مسجد ترک کنند گنہگار باشند انتہی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ ہے جب مقتضائے دلیل بھی ٹھہرا

بعد پھر اُٹھکر پڑھی جاوے اور یہی تحقیق علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار مین کی ہے اوسکی عبارت یہ ہے قال فی البحر فمنہا ما فی صحیح مسلم مرفوعا افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ صلوٰۃ اللیل وروی الطبرانی مرفوعا لابد من صلوٰۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوٰۃ العشاء فہو من اللیل وھذا یفید ان ھذہ السنۃ تحصیل بالتنفل بعد صلوٰۃ العشاء قبل النوم الخ قلت قد صرح ذلک فی الحلیۃ ثم قال فیہا بعد کلام ثم غیر خاف ان صلوٰۃ اللیل المحثوث علیہا ھی التہجد وقد ذکر القاضی حسین من الشافعیۃ انہ فی الاصطلاح التطوع بعد النوم واید بما فی معجم الطبرانی من حدیث الحجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ قال یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ قد تہجد انما التہجد المرأ یصلی الصلوٰۃ بعد رقدۃ غیر ان فی اسنادہ ابن لہیعۃ وفیہ مقال لکن الظاہر رجحان حدیث الطبرانی الاول انہ لتشریع قولی من الشارع صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف ھذا وبہ اشتی ما عن احمد من قولہ قیام اللیل من المغرب الی طلوع الفجر اقول الظاہر ان حدیث الطبرانی الاول بیان لکون وقتہ بعد صلوٰۃ العشاء حتی لو نام ثم تطوع قبلہا لا یحصل السنۃ فیکون حدیث الطبرانی الثانی مفسرا للاول وھو اولی من اثبات التعارض والترجیح لان فیہ ترک العمل باحدہما ولانہ یکون جاریا علی الاصطلاح ولانہ المفہوم من اطلاق الایات والاحادیث ولان التہجد ازالۃ النوم بتکلف مثل تاثم ای تحفظ عن الاثم نعم صلوٰۃ اللیل اعم من التہجد وبہ یجاب عما اورد علی قول الامام احمد ھذا ما ظہر لی واللہ اعلم انتہی جب یہ ثابت ہوا کہ نماز تہجد وہ ہے کہ بعد سونے کے پڑھی جاتی ہے اور تراویح مین یہ قید نہین تو معلوم ہوا کہ یہ دونون نمازین متغائر ہین اور تراویح مین اس قید کا نہونا اس وجہ سے ہے کہ حضرت کا اور صحابہ کرام کا اس نماز کو اول شب مین

پڑھنا ثابت ہی چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سی روایت ہی وقال صمنا مع رسول صلی اللہ علیہ
وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشھر فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم
بنا فی السادسۃ فقام بنا فی الخامسۃ حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ
لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ قال انہ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب اللہ لہ
قیام لیلۃ ثم لم یقم بنا حتی بقے ثلث من الشھر فقام بنا فی الثالثۃ وجمع اھلہ
ونسائہ حتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور رواہ ابوداؤد
والنسائی وابن ماجۃ واحمد وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح اور دوسری
روایت ابو طلحہ سے اسطرح ہی قال سمعت النعمان بن بشیر علی منبر حمص یقول قمنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان لیلۃ ثلث وعشرین
الی ثلث اللیل الاول ثم قمنا معہ لیلۃ خمس وعشرین الی نصف اللیل ثم
قمنا لیلۃ سبع وعشرین حتی ظننا ان لا ندرک الفلاح رواہ النسائی الخ
ان دونوں روایتوں سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب مین قیام رمضان
کرنا ثابت ہوا اور صحابہ کا اول شب مین پڑھنا تو مشہور و معروف ہی صحیح بخاری مین بھی
اس کی روایت موجود ہی اسلئے اُس کی نقل کی حاجت نہین اگر کسی کو یہ شک ہو کہ
ظاہر ان روایتوں سی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض شب حضرت نے صبح تک بھی نماز پڑھی۔
اور یہ نماز تو تہجد کے غیر تھی اس سی تہجد کا ترک کرنا باوجود فرض ہونے کے لازم آتا ہے
اس کا جواب یہ ہی کہ یہ اعتراض اس تقدیر پر ہی کہ تہجد کو منسوخ نہ مانا جاوے اور ہمنے تو
آئندہ اُس کی منسوخیت ثابت کی ہی پس ہمپر یہ اعتراض وارد نہین ہوتا اور اسی طرح
ان فقہا کے قول سی مغایرت ظاہر ہوتی ہے جو نماز تہجد کو مندوبات سی قرار دیتے ہین اور
تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہین جیسا کہ صاحب تاتارخانیہ اور غنیۃ المستملی وغیرہما کہ یہ صاحب
نماز تہجد کو مستحب اور تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہین اور اسی طرح امام ابن ہمام کے قول سی

مغائرت ثابت ہوتی ہے کیونکہ امام موصوف تراویح کی آٹھ رکعت کو بلا تردد سنت کہتے ہیں اور تہجد کی سنیت میں متردد ہیں چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں وقد تردد المحقق فی فتح القدیر فی کونہ سنتہ او مندوبا الخ اگر تراویح و تہجد ایک تھی تو ایک میں تیقن اور ایک میں تردد کے کیا معنی اور خاتم المحدثین رئیس المفسرین آیۃ من آیات اللہ مولانا شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما نے بھی یہی فرمایا ہے اونکا قول ہے

پس وجہ تطبیق درمیان این روایات کہ صریح دلالت بر زیادت کمی و کیفی نماز آنحضرت در رمضان بر غیر آن می کنند و دران روایت کہ نفی زیادت میکند ہمین ست کہ آن روایت محمول بر نماز تہجد ست کہ در رمضان و غیر رمضان یکسان بود و غالبًا بعدد یازدہ رکعت مع الوتر میبود دلیل برین حمل آنست کہ راوی این حدیث کہ ابو سلمہ است در تتمہ این روایت میگوید کہ قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم و ظاہر ست کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود انتہی پس جب ثابت ہوا کہ نماز تراویح نماز تہجد کی غیر ہے تو ظاہر ہوا کہ یہ نماز نفل تھی کیونکہ بعد نماز عشا تا طلوع صبح صادق ماسوا تہجد کے کسی کے نزدیک آنحضرت پر اور کوئی نماز فرض نہیں ہوئی تھی اور تحریر سابق سے مواظبت حکمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح پر ثابت ہے اور جس عبادت نافلہ پر حضرت مواظبت فرمائیں وہ سنت مؤکدہ ہوتی ہے پس تراویح سنت مؤکدہ ہوئی اور اگر تراویح کو عین تہجد مانیں اور بقول محقق فرضیت تہجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ قرار دیں جب بھی ہمارا ادعا ثابت ہے اگرچہ اصولیین حنفیہ کا یہ مسلک نہیں ہے مگر مقتضا سے دلیل یہی ہے کہ جسطرح فرضیت تہجد امت سے منسوخ ہو گئی اسیطرح آنحضرت سے بھی منسوخ ہونی چاہئے اور اسی وجہ سے محققین حدیث حضرت عائشہ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مقتضی ہے

کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہوگئی وہ حدیث یہ ہی سعد بن ہشام
کہتے ہیں فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست
تقرأ یا ایہا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی اول
ہذہ السورۃ فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک
اللہ خاتمتہا اثنی عشر شہراً فی السماء حتی انزل اللہ فی اخر ہذہ السورۃ
التخفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فریضۃ انتہی رواہ مسلم اور نووی شارح مسلم
[illegible] قولہا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ ہذا
ظاہرہ انہ صار تطوعاً فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامۃ فاما
الامۃ فہو تطوع فی حقہم بالاجماع واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا
فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ واما ما حکاہ القاضی عیاض عن بعض
السلف انہ یجب علی الامۃ من قیام اللیل ما یقع علیہ الاسم ولو قدر حلب
شاۃ فغلط ومردود باجماع من قبلہ مع النصوص الصحیحۃ انہ لا واجب الا
الصلوات الخمس انتہی اور محلی شرح موطا میں ہے قد اختلف فی صلوۃ اللیل فذہب
طائفۃ الی انہا فرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ کلام الاصولیین
من الحنفیۃ وبہ قال اکثر الشافعیۃ تمسکا بقولہ تعالی قم اللیل الا قلیلا و
قال طائفۃ بقولہ تعالی ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک وصحح النووی النسخ
عنہ ایضاً کما نسخ عن الامۃ ونقلہ الہرالی عن نص الشافعی وقال الاولون
المراد بالنافلۃ الزائدۃ علی ما فرض علی غیرک وربما یعطی التقیید الجزم ب
ذلک لکن فی مسلم وابی داؤد عن عائشۃ ان اللہ افترض قیام اللیل فی اول
ہذہ السورۃ یعنی المزمل فقام صلی اللہ علیہ وسلم حولا وامسک اللہ خاتمتہا
اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ تعالی فی اخر ہذہ السورۃ التخفیف

فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ فھذا المقتضی نسخ وجوبہ عنہ انتہی۔ اور
امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے فھذا یقتضی انہ
نسخ وجوبہ عنہ انتہی اور فاضل زرقانی نے شرح موطا میں لکھا ہی ما جاء فی
صلوۃ اللیل من افضل نوافل الخیر المستحبۃ المرغب فیہا الی ان قال واختار
ابن عبد البر انہ سنۃ المواظبتہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقول قوم انہا
واجبۃ علیہ لا وجہ لہ بقولہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک ای فضیلۃ انتہی
اور علامہ شامی نے حاشیہ شامیہ میں بیان صلوۃ اللیل میں ابن ہمام کے قول کا ملخص یون
بیان کیا ہے لکن صریح ما فی مسلم وغیرہ عن عایشۃ انہ کان فریضۃ ثم
نسخ ھذا خلاصۃ ما ذکرہ ومفادہ اعتماد السنیۃ فی حقہ لانہ صلی اللہ
علیہ وسلم واظب علیہ بعد نسخ الفرضیۃ ولذا قال فی الحلیۃ والاشبہ
انہ سنۃ انتہی یہان سی معلوم ہوا کہ محققین حنفیہ مقر ہین اسبات کے کہ مقتضا اس
حدیث کا یہی ہی کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو گئی اور حضرت
عبد اللہ بن عباسؓ بھی اسیکے قائل ہین امام رازی تفسیر کبیر مین تحریر کرتے ہین قال
ابن عباس ان قیام اللیل کان فریضۃ علی رسول اللہؐ بقولہ قم اللیل
وظاہر الامر للوجوب ثم نسخ واختلفوا فی سبب النسخ علی وجوہ الخ[۱] اور
یہ بات کسی طرح ثابت نہین ہوتی کہ امت سی منسوخ ہو جاے اور آنحضرت پر باقی رہے
جو وجوہ علمانے تہجد کے منسوخ ہونے مین نقل کئے ہین ان ہین سی کوئی وجہ ایسی نہین ہے
کہ خصوصیت امت کی سمجھی جاے الحاصل کسی دلیل سی منسوخ نہونا تہجد کا آنحضرت سی معلوم

[۱] اور یہی مرضی میر والا جاہ صاحب نیل المرام کے کلام سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ نیل المرام مین لکھتے
ہین والاولی القول بنسخ قیام اللیل علی العموم فی حقہ صلی اللہ علیہ و
سلم و فی حق امۃ ولیس فی قولہ فاقرؤا ما تیسر ما یدل علی بقاء
شی من الوجوب الخ ۱۲ منہ

نہین ہوتا بلکہ آیت وحدیث اور اقوال علما سے منسوخیت ثابت ہوتی ہے اقوال علما اور حدیث
کا ذکر تو اوپر گذرا اور آیت قرآنی یہ ہے فتہجد بہ نافلۃ لك اور اگر نافلۃ لک کے معنی
یہ ہوتے کہ فریضۃ زائدۃ علی فرائضك تو چاہئیے تھا کہ علیك ہوتا لك نہوتا
چنانچہ امام بغوی لکھتے ہین وذہب قوم الی ان الوجوب صار منسوخا فی حقہ کما فی
حق الامۃ فصارت نافلۃ ہو قول مجاہد وقتادۃ لان اللہ تعالی قال نافلۃ
لك ولم یقل علیك انتہی اب مین باتباع صاحب امداد کہتا ہون کہ اگرچہ نسخ فرضیت
قول جمہور نہو بلکہ قول بعض ہو مگر چونکہ مقتضاے دلیل یہی ہے لہذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہین
صاحب امداد الغوی نے صفحہ ۱۴ مین لکھا ہے اصل ہشتم یہ ہے کہ معیار مسائل دینیہ اصول شرع
ہین نہ قول اکثر الخ الحاصل تراویح کو عین تہجد کہیے یا غیر سنت ہونا اوسکا بمقتضائے مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوا اس دلیل مین مواظبت صحابہ کو اصلا دخل نہین ہے اگر
بالفرض مواظبت صحابہ موجب سنیت نہو تو بھی تراویح کے سنت ہونے مین کچھ شک نہین

فصل سوم در اثبات سنت بست رکعت تراویح

نفس تراویح کا سنت ہونا تو بدلائل واضحہ مبرہن ہوگیا اب بعونہ تعالی بیس رکعت
کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت کیا جاتا ہے واضح ہو کہ عدد بیس رکعت کا تراویح مین اسلیئے سنت
ہے کہ مواظبت بنفسہ صحابہ کرام کی باذن خلفاے راشدین اس عدد پر ثابت ہے اور اجماع صحابہ
اسی عدد پر قرار پایا ہے اور یہی عدد سلف سے خلف تک معمول بہ اور مختار رہا چنانچہ کتب حدیث
وفقہ مین مصرح ہے اور جن فقہا نے دلیل سنیت اجماع صحابہ قرار دی ہے اور کہا ہے التراویح
سنۃ مؤکدۃ باجماع الصحابۃ انکی غرض یہی ہے کہ باتفاق صحابہ تراویح پر دوام اور
قرار رہا اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہے جیسا کہ شروع کتاب مین کما حقہ ثابت ہوچکا
اُن کی غرض یہ نہین ہے کہ تمام صحابہ نے تراویح کو سنت مؤکدہ کہا ہے جیسا کہ ہمارے بعض

معاصر سمجھے ہیں آپ یہاں سے احادیث صحیحہ اور اقوال علماے کبار منقول ہوتے ہیں جن سے
میرے دعوی کا ثبوت کما ینبغی روشن ہو جائیگا **الاحادیث الصحیحہ منہا** ما فی
مصنف ابن ابی شیبۃ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس
بالمدینۃ عشرین رکعۃ **وایضا** فیہ عن عطاء قال ادرکت الناس
یصلون ثلث وعشرین رکعۃ بالوتر **وایضا** فیہ عن ابی البختری انہ کان یصلی
خمس ترویحات فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ویقنت
قبل الرکوع **وایضا** فیہ عن عمر بن الخطاب رض امر ان رجلا یصلی بالناس
عشرین رکعۃ **ایضا** فیہ ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ
منہا ما رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن باسناد صحیح عن عبد الرحمن السلمی
ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی رض
یوتر بہم **وعن السائب** بن یزید انہم کانوا یقومون علی عہد عمر رض بعشرین
رکعۃ وفی عہد عثمان رض وعلی رض مثلہ **منہا** ما رواہ المالک فی الموطا عن یزید
بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب رض بثلاث وعشرین
رکعۃ انتہی ان آثار سے بخوبی واضح ہوا کہ صحابہ کرام کے عہد برکت مہد میں بیس
رکعت تراویح کا معمول تھا اور خلفاے راشدین میں سے حضرت فاروق اور حضرت
علی رضی اللہ عنہما نے اسی کا امر فرمایا پس بموجب فصل اول یہی عدد مسنون ٹھرا اور اسی کا
تاکد ثابت ہوا وہو المدعی **اقوال الفقہاے والمحدثین** ارشاد الساری
شرح صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل کرکے لکھا ہے ولم یذکر فی ہذا الحدیث عدد
الرکعات التی کان یصلی بہا ابی والمعروف وہو الذی علیہ الجمہور انہ عشرون
رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین
غیر الوتر وہو ثلث رکعات وفی سنن البیہقی باسناد صحیح کما قال ابن العراقی

فی شرح التقریب عن ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ
فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ وروی مالک فی الموطاء الخ وفی روایۃ
احدی عشر رکعۃ وجمع البیہقی بینہما بانہم کانو یقومون باحدی عشرۃ
رکعۃ ثم بعشرین واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمرؓ
کالاجماع انتہی ابن عبد البرؒ نے شرح مؤطا میں روایت گیارہ رکعت تراویح کی نقل
کرکے لکھا ہے وروی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد وعشرون وہو الصحیح
ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل ان یکون ذلک
اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی احدی وعشرین الا ان الاغلب
عندی ان قول احدی عشرۃ وہم انتہی اور محلی شرح مؤطا میں روایت
یزید بن رومان کے بعد لکھا ہے قال البیہقی والثلث ہو الوتر ولا ینافیہ الروایۃ
السابقۃ احدی عشرۃ رکعۃ فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین
فانہ المتوارث انتہی اور امام ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں بیس رکعت کی روایت
مؤطا اور بیہقی سے نقل کرکے لکھا ہے قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی
المؤطا روایۃ باحدی عشرۃ رکعۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر
الامر علی عشرین فانہ المتوارث انتہی عینی شرح کنز میں ہے ولنا ما رواہ
البیہقی باسناد صحیح کانو یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ بعشرین رکعۃ
وعلی عہد عثمانؓ وعلیؓ مثلہ فصار اجماعا قال العلامۃ الحلبی فی شرح
منیۃ المصلی ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وہو
مذہب الجمہور وعند مالک ستۃ وثلثون رکعۃ احتجاجا بعمل اہل
المدینۃ وللجمہور ما رواہ البیہقی عن السائب بن یزید الحدیث وفی
المغنی عن علیؓ انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ

قال وھذا کالاجماع انتہی اور **کفایۃ الشعبی** مین ہی الامام اذا تم التراویحۃ بعشر تسلیمات وقام وشرع فی الحادی عشر علی ظن انہا عاشر ثم علم ان زیادۃ فالواجب علیہ وعلی القوم ان یفسد وانھم یقضون وجدنا لان الصحابۃ جمعوا علی ھذا المقدار فالزیادۃ علیہ محدث وکل محدث بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار انتہی **ارکان اربعہ** مین ہی ومواظبۃ الصحابۃ علی عشرین قرینۃ صحۃ ذلک انتہی ماثبت بالسنۃ مین ہی والذی استقر علیہ الامر واشتہر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون انتہی — **اور ایساہی شیخ نے فتح المنان مین لکھا ہی کشف الغمۃ** مین ہی وکانوا یصلونھا فی زمان عمر رضی اللہ عنہ ثلاث عشرۃ رکعۃ وکان یقرأ بالمئین من الآیات حتی کان الناس یعتمدون علی العصا من طول القیام وکان امامہم ابی ابن کعب وتمیم الداری ثم ان عمرؓ امر بفعلہا ثلاثا وعشرین رکعۃ ثلاث منہا وتر واستقر الامر علی ذلک انتہی **طحطاوی** نے حاشیۂ مراقی الفلاح مین لکھا ہی وانما ثبت العشرون بمواظبۃ خلفاء الراشدین ماعدا الصدیقؓ الی ان قال وروی ابونعیم من حدیث عروۃ الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستحدث بعدی اشیاء فاحبہا الی ان یلتزموا ما احدث عمرؓ انتہی ان روایات سے ظاہر اور ہویدا ہے کہ بیس رکعت تراویح پر عمل صحابہ قرار پایا اور خلفائے ثلاثہ کے عہد برکت مہد مین بھی عدد معمول بہ رہا البتہ حضرت عمرؓ نے اولاً گیارہ رکعت کا امر فرمایا تھا مگر بعد اس کے بیس رکعت کا حکم دیا اور اسی پر صحابہ کو دوام رہا پھر نہ کسی صحابی سے گیارہ پڑھنا منقول ہی اور نہ حضرت عمرؓ کا امر فرمانا اور نہ کسی خلیفہ کا بلکہ حضرت علیؓ نے بھی بیس رکعت کا امر فرمایا چنانچہ روایت ابن ابی شیبہ اور بیہقی سے معلوم ہوا سو یہ بھی بطور جمہور کے

ہی ورنہ ابن عبدالبر گیارہ کی روایت کو مستند نہیں کہتا اُس کے نزدیک زمانۂ خلفائے
ثلاثہ میں بیس ہی پڑھی گئیں گیارہ ثابت ہی نہیں بلکہ وہم راوی ہے چنانچہ شرح موطا سے یہ قول
اوپر نقل کیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ جمہور کے نزدیک بھی اس روایت کا وہم مسلم ہو اور تطبیق دینا
اُس روایت کا بیس رکعت کی روایت سے مبنی اوپر تسلیم عدم وہم ہو اس تقدیر پر ابن عبدالبر
کا قول مطابق جمہور ہو جائیگا الحاصل جب صحابہ کرام کی مواظبت اس عدد پر پائی گئی تو یہ
عدد خاص سنت مؤکدہ ہوا باقی رہا یہ امر کہ مواظبت خلفائے راشدین ثابت ہے یا نہیں
اُس کا حال یہ ہے کہ روایات مذکورۂ بالا سے مواظبت بنفسہ صراحۃً اگرچہ مفہوم نہیں ہوتی
اور نہ عدم مواظبت اس عدد معین پر روایت سے ثابت ہو مگر قرائن میں بنظر انصاف غور
کرنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسی عدد پر مواظبت فرماتے ہوں گے کیونکہ
جب حضرت کی ترغیب بلیغ اور مواظبت حکمی تراویح پر ثابت ہے تو خلفائے راشدین لامحالہ
مواظبت فرماتے ہوں گے اور جب بیس رکعت کا امر فرمانا بعض خلفا کا اور کسی کا اختلاف
ثابت نہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ جس عدد کا امر فرمایا ہے اُسی پر بنفس نفیس عمل کرتے ہونگے
کیونکہ اپنے حکم کے خلاف عمل کرنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہے خصوصاً اُس وقت میں کہ تعداد
رکعت میں قیاس کو دخل نہو بلکہ سماع پر موقوف ہو اور اگر بسبب کسی عذر و مصلحت کے نکرتے
ہوں تو امر آخر ہے اور بالفرض خلفائے راشدین کی مواظبت بنفسہ ثابت نہ سہی مگر مواظبت
صحابۂ کرام باذن خلفائے راشدین تو روایات مذکورہ سے ثابت ہے پس اسقدر ہمارے ثبوت
مدعا کے لئے کافی ہے کیونکہ فصل اول میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مطلق مواظبت موجب سنیت
ہے خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا خلفائے راشدین اور مواظبت بالاذن
ہو یا بنفسہ ہو **تنبیہ** تقریر مذکورہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت تراویح کا سنت
ہونا مواظبت صحابہ سے ثابت ہوا نہ مواظبت رسول اللہؐ سے مگر نظر دقیق اور فکر صائب
اس بات کی شاہد ہے کہ اس تقریر سے صرف مواظبت خلفا یا صحابہ ہی ثابت نہیں ہوئی بلکہ

مواظبت رسول اللہ بھی ثابت ہوئی گرچہ کسی طرح کی مواظبت ہو یہ قرینہ ہو سکتا ہے اُس حدیث
کی صحت کا جو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے جس سے
بیس رکعت تراویح رسول اللہ کا پڑھنا ثابت ہے وہ حدیث یہ ہے کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر مگر
بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے کیونکہ ایک راوی اُسکا جدّ ابو بکر بن ابی شیبہ نقادین
حدیث کے نزدیک مجروح ہے راقم الحروف کہتا ہے کہ اس روایت کا من حیث الاسناد
مجروح ہونا مسلم من حیث الدرایہ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحابہ کا اتفاق
اور خلفا کا ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ مضمون حدیث صحیح ہو اور اُسکی دو وجہ ہیں
اول یہ کہ تتبع حالات صحابہ سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام علی الخصوص حضرت عمرؓ کو احداث
بدعت میں نہایت احتیاط تھی بلا ضرورت دینی کوئی امر ایجاد نہیں کرتے تھے بلکہ جو کوئی
نئی بات اختیار کرتا تو اُس سے بزجر و توبیخ پیش آتے تھے اور اس امر کی تحقیق قدوة المحققین
مولوی بشیر الدین صاحب نے غایة الکلام میں کی ہے میں چند روایتیں بطور شاہد یہاں نقل
کرتا ہوں عن ابی بکر الصدیقؓ فی جمع المصحف قال قلت لعمر کیف تفعل شیئا
لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل
یراجعنی حتے شرح اللہ صدری لذلك ورایت فی ذلك الذی رای عمر رواہ
البخاری وھکذا عن زید بن ثابت وعن علیؓ انہ خرج الی المصلی فرای قوما
یصلون فقال ما ھذہ الصلوة التی لم نعھدھا علی عھد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن محمود الموصلی فی الاختیار واخرج ابن السمعانی
فی المجموع ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوة العید فنھاہ علیؓ فقال
الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالی لا یعذب علی الصلوة فقال
علیؓ انی اعلم ان اللہ تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اویحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالی بعذ بابک
لمخالفتک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **واخرج الترمذی** فی جامعہ عن
ابن عبد اللہ المغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم
فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ الحدیث
وایضا اخرج الترمذی فی جامعہ عن عمارۃ بن رویبۃ وبشر بن مروان
یخطب فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارۃ قبح اللہ ھاتین الیدیتین القصیرتین
لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومایزید علی ان یقول ھکذا
واشار ھشیم بالسبابۃ اب مقام غور ہے کہ حضرت عمرؓ جمع قرآن کے لئے فرماوین
جو نہایت امر اہم اور ضروری تھا اور صدیق اکبرؓ اُس سے انکار کرین اور فرماوین کہ جو کام
رسول اللہ نے نہین کیا ہم کیسے کرین اور جب زید بن ثابت سے کہا گیا اُنھون نے بھی
انکار کیا اور یہی جواب دیا جیساکہ روایات صحیحہ مین آیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے بیس
رکعت تراویح کا امر فرمایا باوجودیکہ یہ کوئی امر اہم اور ضروری نہ تھا مگر کسی نے نہ کہا
کہ ہم کیسے اُس کام کو کرین جسے رسول اللہ نے نہین کیا بلکہ اُن کے امر کو تسلیم کیا
اسی طرح حضرت علی نے اُس نماز سے منع فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت نہ تھی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہین پڑھی ایسا نہو کہ اللہ تعالے تجھپر عذاب کرے کیونکہ تو وہ
فعل کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور یہی حضرت علیؓ ہین کہ بیس رکعت کا
امر فرماتے ہین پھر کیونکر خیال مین آسکتا ہے کہ یہ اکابر بلا ضرورت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ترک کرکے ایک نئی بات اختیار کرتے الحاصل اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت
کی سند صحابہ کرام کو پہونچی ہوگی جس سبب سے تمام صحابہ نے اوسکو قبول کیا اور اجماع سکوتی اسپر

پایا گیا کیونکہ کسی صحابہ سے انکار بیس رکعت پر منقول نہیں گرچہ وہ روایت ہمکو نہ پہونچی اور جو
پہونچی وہ بسبب ضعف راوی کے کہ وہ راوی قطعاً صحابہ کے وقت مین نہ تھا مرتبہ صحت سے گر گئی
اگر یہی روایت غیر صحیحہ قرن اول مین صحیح ہو تو کچھ بعید نہین عدم صحت اصطلاحی عدم صحت واقعی کو
مستلزم نہین کما ھو مصرح فی الاصول دوسری وجہ یہ ہی کہ تعیین رکعات بغیر سند ہرگز نہین
ہوسکتی اور اس مین رائے کو دخل نہین فتح المنان مین ایک نکتہ حلیمی سے بیس رکعت مقرر ہونیکا
نقل کرکے لکھا ہی ولا یذھب علیك ان تقدیر الاعداد من غیر سنة من جانب
الشارع لا یجوز عثل ھذہ النکتة التی ذکرہا الحلیمی فالظاھر انہ قد ثبت عندھم
صلوة النبی صلی الله علیه وسلم کما جاء فی حدیث ابن عباس فاختارہ عمر انتہی
یہ مقدمہ بھی صاحب امداد کی مسلمات مین سے ہی چنانچہ امداد السنہ کے صفحہ ۴۸ مین لکھتے ہین کہ
تعیین عدد رکعات توان چیزون مین سے ہی کہ قیاس کو اُس مین مدخل نہین جس قدر شارع سے ثابت
ہی زیادت اور کمی اُس پر روا نہین انتہی اس وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے
امر تراویح مین جو کچھ فرمایا وہ اُن کی ایجاد نہین بلکہ مستند بہ سنت ہی فی رد المحتار ذکر فی الاختیار
ان ابا یوسف سال ابا حنیفة عنہا وما فعلہ عمرؓ فقال التراویح سنة مؤکدة ولم
یخرجہ عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یامر به الا عن اصل لدیه وعہد
من رسول الله صلی الله علیه وسلم انتہی وھکذا فی البحر الرائق وتعالیق الانوار
وغیرہ الحاصل جب یہ معلوم ہوا کہ بیس رکعت صحابہ کا پڑھنا بغیر سند کے نہ تھا اور زیادت اور
کمی عدد رکعات بدون سند نہین ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ مضمون حدیث ابن عباس صحیح ہے

سلہ اس عبارت مین گرچہ کوئی عدد مذکور نہین مگر ظاہر ہے کہ تراویح مین جس امر کی نسبت حضرت عمر کیطرف
کی جاتی ہے وہ درحقیقت عدد بست رکعت ہی کیونکہ ثبوت نفس تراویح روایات صحیحہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی پھر اُس مین ابو یوسف رح کا یہ سوال کہ ما فعلہ عمر اور امام صاحب
کا جواب مذکور محض لغو ہی البتہ عدد بیس رکعت کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر
نہین ہی اس مین یہ سوال
و جواب ہو
سکتا ہی ۱۲
منہ

فہو المقصود اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی وجہ تطویل وتخفیف قرأت
نہین ہے جیسا کہ بعض لکھتے ہین گو یہ قول بعض معتبرین کا بھی ہے مگر بنظر دلیل قابل اعتبار نہین کیونکہ
اس توجیہ کا مآل یہ ٹھہرتا ہے کہ زیادت اور کمی رکعات امر اختیاری تھا جب چاہتے کم کرتے
اور جب چاہتے زیادہ کرتے اور اوپر ثابت ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی بغیر سند کے نہین
ہو سکتی پس وہ توجیہ جو بیہقی سے اوپر منقول ہوئی صحیح نہین ہو سکتی البتہ یہ امر ممکن ہے کہ بسبب
مشقت اور بلحاظ تکلیف مصلیون کے بعد بڑھجانے رکعات کے صحابہ نے قرأت مین
تخفیف کر دی ہو یہ نہین ہو سکتا کہ تخفیف قرأت موجب ہو زیادت رکعات کا بلکہ معاملہ
برعکس معلوم ہوتا ہے اور روایت چھتیس کی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے غیر مشہور ہے
جیسا کہ فتاوی قاضیخان وغیرہ مین لکھا ہے اور کسی روایت صحیح سے خلفاے راشدین کا
چھتیس پڑھنا یا حکم کرنا ثابت نہین ہے بلکہ بعض علما کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ چھتیس رکعت
امر قدیم نہ تھا بعد واقعہ حرہ کے یہ عدد واسطے مساوات اہل مکہ کے اہل مدینہ نے ایجاد کیا
اور یہی امر لائق اعتبار ہے اس وجہ سے کہ خود مالکیہ جن کے نزدیک یہ عدد مختار ہے اس کی
تصریح کرتے ہین فی المنح الوفیۃ لشرح المقدمۃ العزیۃ فی فقہ المالکیۃ وقیام
رمضان وهو ثلاث وعشرون رکعۃ بالشفع والوتر هذا الذی کان علیہ
الناس واصل القیام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدی عشر رکعۃ وهی
صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا انهم کانوا یطیلون القراۃ ففی الموطا انهم
کانوا یستعملون المخادم بالطعام مخافۃ الفجر ثم خففت القراۃ وزید فی الرکعات
فجعلت ثلاثا وعشرین یقومون دون القیام الاول ثم جعلت بعد وقعۃ
الحرۃ بالمدینۃ تسعا وثلثین انتهی ملخصا اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین
ہے وقد قال المالکیۃ کانت ثلاثا وعشرین ثم جعلت تسعا وثلثین ای بالشفع
والوتر فیها الی ان قال وقد حکی الولی ابن العراقی ان والدہ الحافظ

فائدہ دربارۂ چھتیس رکعت تراویح

لما ولی امامۃ المسجد المدینۃ احیی سنتہم القدیمۃ فی ذلک مع مراعاۃ
ما علیہ الاکثر فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعۃ علی المعتاد ثم
یقوم اخر اللیل فی المسجد بستۃ عشر رکعۃ فیختم فی شہر رمضان ختمین واستمر
علی ذلک عمل اہل المدینۃ فہم علیہ الی الآن انتہی بیان سے ثابت ہوا
کہ صدر اول مین تراویح بیس رکعت تھین چنانچہ لفظ احیی سنتہم القدیمۃ کا اس امر پر صاف
دلالت کرتا ہے باقی رہا یہ امر کہ امام مالک نے چھتیس رکعت یا چالیس رکعت اختیار
کین اُسکا جواب یہ ہے کہ مسلم نہین کہ امام موصوف کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح
تھین بلکہ ہوسکتا ہے کہ تراویح وہی بیس رکعت ہون اور باقی رکعات نوافل زائدہ
محض واسطے اتباع اہل مدینہ کے پڑھتے ہون اور اس کو حنفیہ بھی منع نہین کرتے
فاضل حلبی نے غنیۃ المستملی مین لکھا ہے فان عادۃ اہل مکۃ ان یطوفوا بعد کل
اربع اسبوعا ویصلوا رکعتی الطواف وعادۃ اہل المدینۃ ان یصلوا
اربع رکعات وفیہ ایضًا وما احتج من عمل اہل المدینۃ لیس بحجۃ لانہم
یصلون فرادی بین کل ترویحتین اربع رکعات فی مقابلۃ طواف اہل مکۃ
اسبوعا بین کل ترویحتین وذلک غیر ممنوع علی ما مر والکلام فیما ہو المشروع
سنۃ بالجماعۃ لا فیما عداہ واللہ اعلم انتہی ما ثبت بالسنۃ مین ہے
وقال مالک ویروی عن الشافعی ایضا انہا ستۃ وثلثون مع الوتر فہو عمل
اہل المدینۃ خاصۃ وقالوا سبب ذلک ان اہل المکۃ یطوفون
بالبیت اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف بین کل ترویحتین واہل المدینۃ
لما بعد ومن ادراک ہذہ الفضیلۃ صلوا بین ذلک اربع رکعات و
یسمونہا الستۃ عشریۃ واستمر عادتہم علی ذلک الی الآن انتہی اور بعض
نے جو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے وقت مین بعض سلف کا گیارہ رکعت پڑھنا نقل کیا ہے

سو وہ روایت ضعیف اور مخالف روایت صحیح کے ہی ضعف اُسکا شیخ دہلوی کی تحریر سے معلوم
ہوتا ہی چنانچہ ماثبت بالسنۃ مین لکھتے ہین و سروی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن
عبد العزیز یصلون بإحدی عشرۃ رکعۃ انتہی شیخ کا اس روایت کو بصیغہ تمریض
بیان کرنا اور اُس کے بعد یہ کہنا والذی استقر علیہ الامر واشتہر من الصحابۃ
والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون انتہی صاف دلالت کرتا ہی کہ یہ روایت
ضعیف ہی اور امر قابل اعتبار یہی ہی کہ صحابہ اور تابعین کے وقت مین بیس رکعت پڑھی گئین
اور بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو ہمارے مدعا کے کچھ مضر نہین ہی ہم بیس رکعت کا
سنت ہونا فعل صحابہ سے بلکہ قول و فعل رسول اللہ سے ثابت کر آئے ہین اور یہی حال
اُس روایت کا سمجھنا چاہیے جو ابن ابی شیبہ نے داود ابن قیس سے روایت کی ہی کہ عمر
بن عبد العزیز کے وقت مین چھتیس رکعت پڑھی جاتی تھین اور ایسا ہی محمد بن نصر نے
قیام اللیل مین روایت کی ہی چنانچہ اس روایت کو صاحب امداد السنۃ نے صفحہ ۹
مین نقل کیا ہے الحاصل جب بیس رکعت کا سنت ہونا ثابت ہوگیا تو جن بزرگان
دین سے زیادت اور کمی اس عدد سے ہوئی اُس مین حتی الوسع تاویل مناسب کیجائے
چونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا محقق اور مدلل ہی اسلئے جمہور فقہا اس کی تصریح
کرتے ہین اور بعض نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور جنہون نے لفظ مؤکدہ
کی اس مقام پر تصریح نہین کی ہی اونکی غرض بھی یہی ہی اور یہ امر ان کے کلام متقدم
اور متاخر دیکھنے سے اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر بنظر تحقیق و انصاف دیکھا جائے اور
قطع نظر قرائن عبارت کے بڑا قرینہ یہ ہی کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا صحیح ہے
اور یہی قول محقق ہی لیس جب تک کوئی مانع قوی نہو اُن بعض کے کلام کو اسی پر
حمل کرنا چاہیے چہ جائیکہ کوئی قرینہ مانع نہ ہو اور کلام سابق و لاحق اس معنی
کی معاون اور شاہد ہو اب یہان دو نقشہ لکھے جاتے ہین ایک مین ان چند

کتابون کی عبارت منقول ہے جن مین تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا مصرح ہے یعنی سنت کے ساتھ لفظ موکدہ کی قید زاید کردی ہے اور دوسرے مین وہ عبارتین جنمین سنت ہونے پر اجماع منقول ہے۔

اس نقشہ مین وہ روایتین مسطور ہین جنمین سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا مصرح ہے

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	در مختار	التراویح سنة مؤكدة -
۲	تحفة الملوک	التراویح وهي سنة مؤكدة -
۳	منحة السلوک	والاصح انها سنة مؤكدة -
۴	منح الغفار	التراویح سنة للرجال والنساء وهي سنة مؤكدة -
۵	جامع الرموز	وسن التراويح على الصحيح للرجال والنساء سنة مؤكدة -
۶	غنیة المستملی	ومن السنن المؤكدة التراويح ثم قال وهي سنة مؤكدة -
۷	ملتقی الابحر	التراويح سنة مؤكدة في كل ليلة من رمضان بعد العشاء قبل الوتر [illegible]
۸	سراج الوہاج	والاصح انها سنة مؤكدة -
۹	مراقی الفلاح	التراويح سنة وهي مؤكدة -
۱۰	ماثبت بالسنة	وهي سنة مؤكدة للرجال والنساء
۱۱	خزانة المفتین	التراويح سنة مؤكدة -
۱۲	فتاوی قاضیخان	التراويح سنة مؤكدة -
۱۳	خزانة الفتاوی	التراويح سنة هو الصحيح من المذهب الى ان قال وفي الفتاوى سنة مؤكدة
۱۴	جوامع الفقه	التراويح سنة مؤكدة -
۱۵	فتاوی الحجة	التراويح سنة مؤكدة -

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱۶	احیاء العلوم	التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشہورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ
۱۷	صلوۃ مسعودی	نماز تراویح سنت مؤکدہ ست
۱۸	مسوی شرح مؤطا	ھو سنۃ مؤکدۃ عند اھل العلم
۱۹	شرح وقایہ فارسی	بدانکہ تراویح سنت مؤکدہ ست
۲۰	البحر الرائق	التراویح سنۃ مؤکدہ
۲۱	تعالیق الانوار	ایضاً
۲۲	رد المحتار	ایضاً
۲۳	جوہرہ نیرہ	والاصحان التراویح سنۃ مؤکدۃ
۲۴	خزانۃ الروایات	فی الخانیۃ التراویح سنۃ مؤکدۃ
۲۵	فصیحیہ	التراویح سنۃ مؤکدۃ من انکر کونھا سنۃ فھو مبتدع ضال غیر
۲۶	مصنفی شرح مؤطا	این نماز سنت مؤکدہ ست نزدیک علما۔

اس نقشہ میں وہ عبارتیں مسطور ہیں جنمیں تراویح کے سنت ہونے پر اجماع منقول ہے

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	تعالیق الانوار	وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتھا۔
۲	النہر الفائق	وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لان قد حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتھا وفی مقام آخر قد اطبقوا علی سنیتھا المواظبۃ الخلفا
۳	البحر الرائق	وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتھا۔
	رد المحتار	وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتھا۔

اور اگر کوئی ناحق کوش کتمان حق چاہے اور یہ لکھے کہ یہاں سنیت سے مراد استحباب ہے

تو ہرگز اس کی گنجایش نہین عبارت سابقہ ان کتابون کی صراحۃً دلالت کرتی ہی کہ سنیت سے
مراد سنت مؤکدہ ہونا ہے عبارت سابقہ تعالیق الانوار اس طرح ہی التراویح سنۃ
صحیحہ صاحب الہدایۃ وفی الخلاصۃ اختلف فی کونہا سنۃ وانقطع الاختلاف
بروایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہا سنۃ وذکر ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ رح
عنہا وما فعلہ عمر رض فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم
یکن مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی دیکھئے سنت تراویح
مین اختلاف نقل کرکے یہ کہنا کہ بسبب روایت حسن کے یہ اختلاف اٹھگیا اور پھر
شیخین کا سوال وجواب نقل کرکے جس مین سنت مؤکدہ ہونے کی تصریح ہی یہ لکھنا کہ بہتون
نے تراویح کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی نہایت واضح دلیل ہی اس امر کی کہ سنت مؤکدہ
ہونے پر اجماع مراد ہی اور نہر الفائق کی عبارت دو وجہ سے میرے کلام کے مصدق ہی۔
اول یہ کہ دلیل اجماع مواظبت خلفا بیان کی ہی اور مواظبت خلفا صاحب نہر کے نزدیک
موجب سنیت ہی چنانچہ فصل اول مین مذکور ہوا دوسرے یہ کہ قول صاحب عنایہ کی اولویت
کی دلیل مین حکایت اجماع علی السنۃ نقل کی اگر سنت سے مراد مستحب لیا جاوے تو یہ دلیل صحیح
نہوگی کما لا یخفی علی من تامل فی کلامہ وعبارتہ ہکذا وسن فی رمضان عشرون رکعۃ
عدل عن قول القدوری ویستحب ان یجتمع الناس فی رمضان فیصلی بہم
امامہم خمس ترویحات کل ترویحۃ بتسلیمتین لما ان الاصح انہا سنۃ رواہ
الحسن عن الامام کذا فی الہدایۃ قال فی العنایۃ وتبعہ فی البحر وفیہ نظر
اذ المحکوم علیہ بالاستحباب انما ہو الاجتماع ولیس فی کلامہ دلالۃ علے
ان التراویح مستحبۃ والی ہذا ذہب بعضہم فقال التراویح سنۃ والاجتماع
مستحب واجاب فی الحواشی السعدیۃ بانہ لما سکت عن بیان صفۃ التراویح

استقلالاً و ذکر لفظ الاستحباب فالظاهر استحبابہ علی مجموع الصلوٰۃ و
الاجتماع والتسلیم بین کل ترویحتین وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لانہ قد
حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی اور البحر الرائق مین اختیار سے سوال
ابی یوسف کا امام اعظم سے اور امام صاحب کا سنت مؤکدہ کہنا نقل کرکے لکھا ہے
ولا ینافیہ قول القدوری انہا مستحبۃ کما فہمہ فی الہدایۃ عنہ لانہ
انما قال یستحب ان یجتمع الناس وھو یدل علی ان الاجتماع مستحب ولیس فیہ
دلالۃ علی ان التراویح مستحبۃ کذا فی العنایۃ وفی شرح منیۃ المصلی وحکی
غیر واحد الاجماع علی سنیتہا الخ انتہی اس کلام مین اول حکایت سنیت نقل
کرنا اور قدوری کے قول کا محمل استحباب جماعت نکالنا نہ نفس تراویح باواز بلند کہہ
رہا ہے کہ اجماع علی السنیۃ سے مراد یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے زیادہ توضیح
موجب تطویل ہے اہل خبرت بنظر انصاف خود تامل فرمائین اور ردالمحتار مین بھی ایسا ہی ہے
نقل عبارت کی حاجت نہین اور نووی اور کرمانی اور ابو الطیب نے جو استحباب پر اجماع
نقل کیا ہے اونکے کلام کا بھی محمل اجماع علی السنیۃ ہونا چاہیئے ورنہ یہ قول لغو اور خلاف
واقع ٹھہریگا کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے اور کتب
حنفیہ مین سنت مؤکدہ ہونا مذکور ہے پھر اجماع استحباب کے کیا معنی علاوہ اسکے نووی
اور کرمانی شافعی ہین اور جمہور شافعیہ کے نزدیک سنت اور مستحب دونون مترادف
ہین تو انکا استحباب پر اجماع نقل کرنا ہمارے دعوے کے مخالف نہین ہوسکتا اور
امام نووی کے کلام سے تو بخوبی ظاہر ہے کہ اُن کی مراد استحباب سے وہ مرتبہ ہے جسے حنفیہ
سنت مؤکدہ کہتے ہین اگرچہ اونکی اصطلاح مین اُس کا نام سنت مؤکدہ نہو کیونکہ اسی
تراویح کو لکھتے ہین لانہ من الشعائر الظاہرۃ فاشبہ صلوٰۃ العید اور اسکے
بعد لکھا ہے واجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ھو مندوب

انتہی پس نووی کا تراویح کو شعائر اسلام مین سے قرار دینا اور مشابہ نماز عید کے کہنا اور مقابلہ واجب کا ڈالنا نہایت ظاہر قرینے اسباب کے ہین کہ استحباب سے مراد وہی مرتبہ ہے جسے حنفیہ کی اصطلاح مین سنت مؤکدہ کہتے ہین علاوہ اسکے شرح مسلم کے اور اور مقامات بھی اسکے شاہد ہین کہ امام موصوف نے استحباب کا اطلاق سنت مؤکدہ پر کیا ہے چنانچہ شرح مسلم مین سنت فجر کے عنوان مین لکھا ہے باب استحباب رکعتی الفجر مقام غور ہے کہ سنت فجر کہ باتفاق حنفیہ اور شافعیہ آکد سنن ہے اسکو امام موصوف نے مستحب کہا پھر اگر تراویح کو مستحب لکھا کہ سنت فجر سے تاکد مین کم ہے تو کیا بعید ہے اور باب فضل السنن الراتبۃ مین لکھا ہے قال اصحابنا وجمہور العلماء بہذہ الاحادیث کلہا واستحبوا جمیع ہذہ النوافل اور نماز چاشت کے بیان مین لکھا ہے باب استحباب صلوۃ الضحی اور اوسکے بعد ہے وحاصلہا ان الضحی سنۃ متاکدۃ اور باب الاعتکاف مین ہے وقد اجمع المسلمون علی استحبابہ وانہ لیس بواجب وعلی انہ متاکد فی العشر الاخر من رمضان انتہی اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا ابو الطیب نے باوجود حنفی ہونے کے شرح جامع ترمذی مین تراویح کے مندوب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے پھر اس قول مین اور اجماع علی السنیۃ مین کیونکر توافق ہو سکتا ہے تو اسکا جواب[۱] یہ ہے کہ ندب سے مراد مولانا کی سنیت معلوم ہوتی ہے ورنہ کلام خلاف واقع ہوگا جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا اور یہ ان کے کلام مین اسکا قرینہ بھی پایا جاتا ہے کیونکہ بمقابلہ واجب کے مندوب کہا ہے چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہے اجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ہو مندوب انتہی اگر مندوب سے مراد مندوب عرفی ہوتا تو مقابلہ سنت کا اختیار کرتے اور یون کہتے علی ان قیام رمضان لیس بسنۃ بل ہو مندوب کما لا یخفی علی ذوی البصائر اور اگر یہ توجیہ نہ کی جائیگی تو سینکڑون علماے امت حامی دین و ملت

[۱] یہ تقریر جواب بر تقدیر تسلیم تقریر سائل ہے ورنہ مولانا ابو الطیب کے کلام سے اجماع علی المذہب ہرگز ثابت نہین ہوتا بلکہ حفظ عدم وجوب پر اجماع ثابت ہوتا ہے فافہم ۱۲ منہ

محمدیہ امت سے خارج ہو جاوینگے اور مولانا ابو الطیب کا سنت پر مندوب کا اطلاق کرنا بھی خرق اصطلاح اور مخالف حنفیہ نہین ہے کیونکہ اطلاق مندوب او مستحب کا مطلق سنت پر اور سنت مؤکدہ پر حنفیہ کے نزدیک آتا ہے چنانچہ طحطاوی مین ہے المندوب بالمعنی الاعم للسنة والمستحب انتہی اور طحطاوی کے کتاب النکاح مین ہے وکثیرا ما یتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة انتہی اور رد المحتار حاشیہ درمختار مین ہے وحاصلہ یجوز اطلاق اسم المستحب علی السنة وعکسہ وبہذا اطلق اسم المستحب علی الغسل ثم قیس فیہ الغسل الخ اور کتاب النکاح مین ہے قولہ سنة مؤکدة وهو محمل القول بالاستحباب وکثیرا ما یتساهل فی اطلاق اسم المستحب علی السنة انتہی اور اگر کوئی شخص کہے کہ جس طرح استحباب پر اجماع غلط ہے ویسا ہی سنیت پر اتفاق باطل ہے کیونکہ بعض استحباب کے بھی قائل ہین چنانچہ ماثبت بالسنة وغیرہ مین مسطور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبل شہرت روایت اسد بن عمرو اور حسن بن زیاد کے بعض استحباب کی طرف کی گئی تھی مگر بعد ان کی روایت کے یہ اختلاف منقطع ہو گیا چنانچہ کتب فقہ مین مسطور ہے بحر الرائق مین ہے وذکر فی الخلاصة ان المشایخ اختلفوا فی کونها سنة وانقطع الاختلاف بروایة الحسن انها سنة انتہی اور تعالیق الانوار مین بھی ایسا ہی ہے اور عبارت اسکی اوپر گذری اور ماثبت بالسنة مین ہے اعلم انه قد اختلف العلماء فی التراویح تسمی سنة فقال بعضهم لا هی من النوافل وتسمی مستحبة وقال بعضهم سنة وهو الاصح وهی سنة موکدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف وانقطع الخلاف بروایة الحسن عن ابی حنیفة انها سنة لا ینبغی ترکها انتہی اور ایسا ہی طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا بدلائل متعددہ ثابت ہے کوئی اہل علم منصف مزاج بطور تراویح کی سنت مؤکدہ ہونے سے انکار نہین کر سکتا کیونکہ قطع نظر موافقت صحابہ کرام کے خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمی تراویح پر پائی جاتی ہے یعنی اگرچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز پڑھ کر ترک کر دی اور پھر جماعت نہیں پڑھی مگر یہ
ترک کرنا بسبب عذر کے تھا اور ہم فصل اول میں ثابت کر آئے ہیں کہ ایسا ترک کرنا
مواظبت میں داخل ہے باقی رہا بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا فعل صحابہ اور خلفائے
تو ثابت ہی ہے اس میں تو کسی کو کلام نہیں اور اگر انصاف اور غور کیا جائے تو اسکا ثبوت
درایۃً خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اگرچہ روایۃً ثبوت میں گفتگو ہو صحابہ کا بلا
انکار اس عدد کو قبول کر لینا اور اس پر ہمیشگی کرنا نہایت قوی دلیل ہے اسبات کی کہ حضرت
سے بیس رکعت کا ثبوت قولی یا فعلی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے جب بیس رکعت کا
ثبوت بطور درایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور صحابہ کرام کی مواظبت
اس عدد پر پائی گئی تو بلا شک اس عدد کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا اب اگر کوئی
شخص بیس رکعت تراویح نہ پڑھے یا اسکے سنت ہونیکا اعتقاد نہ رکھے وہ بلاشبہ بدعتی اور
گنہگار ہے اہل اسلام کو اس میں نہایت احتیاط چاہیے جہانتک ہوسکے اسکے جاری
اور قائم رکھنے میں سعی کرتے رہیں یہ فعل شعائر اسلام میں سے ہے جیسے عید کی نماز یا اذان
ایسے امور کے ترک میں قتل کا حکم ہے یہ وہ سنت ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام اہل
سنت کا معمول ہے اور مختار رہا ہے اور سلف سے خلف تک تمام اکابر دین اسکو مانتے چلے آئے
ہیں ایسے فعل کو ترک کرنا اور مخالف عمل میں لانا غیر سبیل مومنین کی اتباع کرنا ہے و
من یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی و نصلہ جہنم وساءت مصیرا اب
میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض رسا ہوں کہ اس رسالہ
کو نظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اگر از راہ بشریت کہیں سہو نسیان پائیں اصلاح دیں یا مقتضائے کرم چشم
پوشی کریں رد و کد میں مبادرت نکریں خدا شاہد حال ہے و کفی باللہ شہیدا مجھے اس رسالہ کی تحریر سے
نہ کار دیا جو آپ لحاظ بالذات نہیں ہے بلکہ محض اظہار حق ہے اور سنت قدیمہ کا جاری و قائم کرنا منظور ہے

واللہ الموفق والمعین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فہرست مضامین رسالہ غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح